بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب وسنّت کی روشنی میں

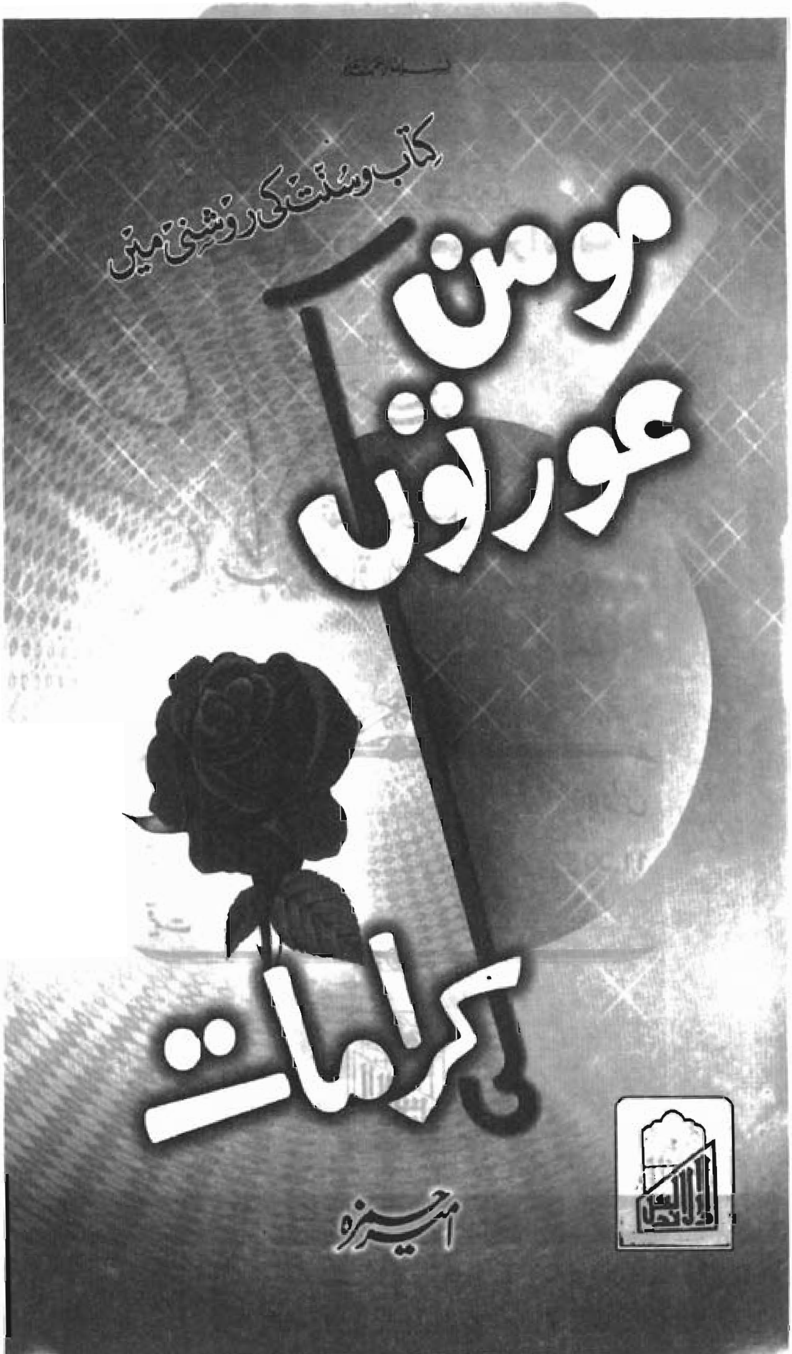
مومن عورتوں کی کرامات



امیر حمزہ

Dar-ul-Andlus

بسم الله الرحمن الرحيم


کتاب وسنت کی روشنی میں
مومن عورتوں کی کرامات
امیر حمزہ

نام کتاب

کتاب وسنت کی روشنی میں

مومن عورتوں کی کرامات

تالیف

امیر حمزہ

تہذیب وتسہیل

ابو عمر محمد اشتیاق اصغر حافظ یوسف سراج

ناشر .... دارالاندلس

تعداد 11,00

قیمت ....

Dar-ul-Andlus

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

دارالاندلس

4- لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549 | 6- غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37242314

Head Office : +92-42-35062910 Cell: +92-322-4006412 Fax: +92-42-37150407

مومن عورتوں کی کرامات

مومن عورتوں کی کرامات

باب اول

دور نبوی سے پہلے کی مومن عورتیں

باب دوم

رسول کریم ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں

باب سوم

صحابیات اور دیگر مومنات کی کرامات

مسنون خطبہ

«اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ: فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ»

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

---

① آل عمران : ۱۰۲/۳ـ ② النساء : ۱/٤ـ ③ الاحزاب : ۷۰/۳۳ـ ۷۱ـ

④ صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب خطبته ﷺ في الجمعة : ۱۵۳/٦ـ ابو داؤد، كتاب السنة، باب في لزوم السنة ـ نسائي، كتاب صلاة العيدين باب كيف الخطبة ـ ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل ـ دارمي، باب اتباع السنة ـ مسند احمد: ۱۲۷/٤ ـ ۱۲٦ـ

''بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں' اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفوس کے شر اور اپنی بداعمالیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اپنے در سے دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہو سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

حمد وصلوٰۃ کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (اللہ کے دین میں) اپنی طرف سے نکالے جائیں، دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔''

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور (پھر) اس جان سے اس کی بیوی کو بنایا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پیدا کیں اور انہیں (زمین پر) پھیلایا۔ اللہ سے ڈرتے رہو جس کے ذریعے (جس کے نام پر) تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں (کو قطع کرنے) سے ڈرو (بچو)۔ بے شک اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔''

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ایسی بات کہو جو محکم (سیدھی اور سچی) ہو، اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔''

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمُرْسَلِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ !

''مومن عورت'' اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند مقام رکھتی ہے۔قرآن حکیم میں جا بجا اللہ تعالیٰ نے ایسی عورت اور اس کے عقیدہ وعمل کا تذکرہ کیا ہے۔ اسلام نے عبادت اور اطاعت الٰہی اور اخروی درجات وفضائل میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی تفریق روا نہیں رکھی۔سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں ، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں، اپنے نفس کی نگہبانی کرنے والے اور نگہبانی کرنے والیاں، بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے وسیع مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

(الاحزاب : ٣٥)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”عورت جب پانچ وقت نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبردار رہے تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے، داخل ہو جائے۔“ (ابن حبان)

”مومن عورتوں کی کرامات“ مولانا امیر حمزہ ﷾ کی تالیف لطیف ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں انھوں نے اسلام کی چند ایسی خواتین کے واقعات کو جمع کیا ہے، کہ ایمان و تقویٰ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے جن کو صاحب کرامت بنایا۔ یہ واقعات آج کی مسلم خواتین کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ بازار میں اب تک من گھڑت قصے کہانیوں پر مشتمل کرامات کے نام سے بے شمار کتب موجود ہیں مگر قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت مومن عورتوں کی کرامات پہلی بار منظر عام پر آ رہی ہے...... اور پھر مولانا امیر حمزہ کے قلم نے جدید دور کے مطابق دلکش اسلوب میں ایسا انداز اپنایا ہے کہ یہ کتاب ہر عورت کی اصلاح کے لیے ایسا گلدستہ بن گیا ہے جو جہیز میں دینے کے لیے ایک گراں قدر تحفہ ہے...... اس کے ساتھ ساتھ اگر مرد بھی پڑھیں تو وہ ایک با اخلاق اور نرم خو خاوند بن جائیں نیز عقیدے کی اصلاح اور معاشرتی زندگی میں مرد اور عورت میں یہ ایک انقلاب آفریں تحریر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مسلم خواتین کے لیے صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا ذریعہ بنائے اور مولف محترم کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

محمد سیف اللہ خالد

مدیر ”دارالاندلس“

۲۰ شعبان ۱۴۲۵ھ

اکتوبر 2004

ولایت پر کتاب

اللہ کریم نے سورۂ کہف میں دو بندوں کی مثال بیان فرمائی ہے، ایک توحید والا تھا اور دوسرا شرک کرنے والا تھا۔ توحید والا مسکین تھا اور شرک والا مالدار تھا، باغ اور کھیتوں کا مالک تھا، مالداری پر اسے بڑا غرور تھا۔ توحید والے کی زبان سے نکل گیا کہ اگر اللہ چاہے تو تیرا سارا کچھ برباد کر دے...... چنانچہ اللہ نے شرک والے کے باغ اور کھیتی کو طوفان کے ذریعے تباہ کر دیا اور چٹیل میدان بنا دیا۔ یہ دیکھ کر اسے عقل آئی تو کہنے لگا:

يَٰلَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّيٓ أَحَدًا ﴿٤٢﴾ (الکہف:٤٢)

''اے کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنایا ہوتا۔''

یہ شرک والا مالدار جن بزرگوں اور ہستیوں کو اللہ کا شریک بنایا کرتا تھا اور سمجھا کرتا تھا کہ وہ مشکل وقت میں اس کے کام آئیں گی...... مشکل وقت میں ان میں سے کوئی بھی کام نہ آیا حتیٰ کہ اللہ کے مقابلے میں ان کا اجتماعی جتھا اور گروہ بھی کچھ کام نہ آسکا۔ مولا کریم فرماتے ہیں:

وَلَمْ تَكُن لَّهُۥ فِئَةٌ يَنصُرُونَهُۥ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ﴿٤٣﴾ هُنَالِكَ ٱلْوَلَٰيَةُ لِلَّهِ ٱلْحَقِّ ۚ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ﴿٤٤﴾ (الکہف:٤٣-٤٤)

''اللہ کے علاوہ (مقدس بزرگوں کی) کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو اس کی مدد کرتی

اور نہ وہ خود ہی کچھ کر سکا، اب اسے معلوم ہوا کہ مکمل ولایت (اختیار) تو اللہ برحق ہی کو حاصل ہے۔ وہی اچھا ثواب دینے والا اور انجام بخیر دکھانے والا ہے۔"

قارئین کرام! اگر لفظ "الولیة" کی واؤ پر زبر ہو تو اس کا مطلب ہے اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے اور اگر واؤ کے نیچے زیر ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہاں حکم صحیح طور پر اللہ ہی کے لیے ہے۔ واؤ کے نیچے زیر والی قراءت بھی ثابت ہے۔ یوں ولایت جب مکمل حکم کے معنوں میں ہو تو سوائے اللہ کے ولایت کسی کے پاس نہیں ہے۔

ولی کا معنی دوست ہے اور ولاء کا معنی دوستی ہے لیکن دوستی کا معنی یہ بالکل نہیں ہے کہ کوئی ولی اللہ کی ولایت میں شریک ہے...... ہاں البتہ اگر ولایت کا معنی دوستی ہو جیسا کہ ہمارے ہاں لیا جاتا ہے تو پھر اللہ کے نیک بندوں اور بندیوں کے ساتھ ولایت یعنی دوستی کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشکل حالات میں...... یا امتحان میں ڈال کر اپنے بندوں اور بندیوں کو سرخرو کرتا ہے اور بعض اوقات اپنی مدد کا کوئی کرشمہ دکھلا دیتا ہے جسے کرامت کہا جاتا ہے۔ تو یہ کرامت دراصل کسی ولی کا اپنا کوئی کمال نہیں ہے، نہ اس کی مرضی اور چاہت سے اس کا ظہور ہوتا ہے بلکہ یہ تو صرف اللہ کی دی ہوئی عزت ہوتی ہے جس سے اللہ کریم اپنے بندوں کو نوازتا ہے۔

چنانچہ ہم نے اپنی کتاب "مومن عورتوں کی کرامات" میں ان کرامات کا ذکر کیا ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔ کتاب وسنت سے ثابت ہونے والی کرامات کا تعلق لامحالہ بعثت محمد ﷺ سے پہلے کی مومن خواتین اور جناب محمد کریم ﷺ کی صحابیات سے ہے۔ مزید برآں بعد کی خواتین کے جو مستند واقعات ہیں ہم نے ان کا بھی ایک باب باندھا ہے۔ اس کتاب کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف الٹے سیدھے غیر مستند واقعات پر مشتمل جو کتابیں بازار میں دستیاب ہیں اور خواتین کے عقیدے کی بربادی کا باعث ہیں، ان کی بجائے مستند واقعات پر مشتمل ایک ایسی کتاب فراہم کی جائے جس کے واقعات پڑھ کر عقیدہ ٹھیک ہو، معاشرے کی اصلاح ہو اور دین پر کاربند رہنے اور تکالیف برداشت

کرنے کا حوصلہ بھی پیدا ہو۔

مجھے اس موضوع پر کتاب لکھنے کی ترغیب برادرم سیف اللہ خالد مدیر ''دارالاندلس'' نے دلائی، چنانچہ میں نے تفاسیر اور کتب احادیث کے بعد دیگر کتابوں میں سے سب سے زیادہ جس کتاب سے استفادہ کیا وہ ''شیخ عبدالرقیب بن علی'' کی کتاب ''کرامات اولیاء'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو خواتین کی اصلاح کا ذریعہ بنا دے۔ (آمین!)

امیر حمزہ

اکتوبر 2004

❀❀❀

باب اوّل

دور نبوی سے پہلے کی مومن عورتیں

- بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا، قریب تھا کہ وہ مر جاتا مگر......
- حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرشتے کی آواز سنی...... اور لخت جگر کی جانب دیکھا تو پانی کا فوارہ پھوٹ نکلا۔
- حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر فرشتوں نے پروں کا سایہ کر دیا۔
- عمران کی بیوی حسنہ علیہا السلام کی نیت کو بھاگ لگ گئے۔
- کنواری مریم علیہا السلام کے ہاں بچے کی پیدائش۔
- ماں کی بد دعا صوفی بیٹے حضرت جریج رحمہ اللہ کو لے بیٹھی۔
- مومن عورت کو مارا پیٹا جا رہا تھا کہ...... شیر خوار بچے نے بول کر اس کی پاکدامنی کا اعلان کر دیا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا
زوجہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام

بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھا تو بے
ہوش ہو کر گر پڑا، قریب تھا کہ وہ مر جاتا مگر......

عورت......جس نے اپنی عزت کو محفوظ رکھا، عصمت کو داغدار نہیں ہونے دیا، عفت کو گدلا نہیں ہونے دیا، اپنی آبرو کو اس طرح سنبھال کر رکھا جس طرح کوئی مالدار اپنے مرجان اور یاقوت ڈاکوؤں اور چوروں سے محفوظ کر کے رکھتا ہے، وہ عورت اللہ کی ولی ہے، اللہ کریم کے ہاں ایک بزرگ عورت کا مقام رکھتی ہے۔

میری بہنو! میں جس عورت کا ذکر کرنے لگا ہوں یہ عورت اس عظیم انسان کی بیوی ہے جسے اللہ نے اپنا ''خلیل'' کہا ہے۔ خلیل گہرے اور جگری دوست کو کہا جاتا ہے۔ اللہ کے اس دوست کا نام ''ابراہیم علیہ السلام'' ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام جب عراق کی سرزمین سے نمرود کے ہاتھوں ستائے ہوئے نکلے اور دیس سے پردیس ہو کر فلسطین کی طرف چلے تو ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔ آپ کی اس بیوی کا نام سارہ رضی اللہ عنہا تھا۔

دونوں میاں بیوی اپنا ایمان بچا کر مہاجر بنے، سفر کرتے چلے جا رہے تھے۔ راستے میں مصر کا ملک تھا، جب مصر میں داخل ہوئے تو وہاں کے بادشاہ کو خبر ہوئی کہ ایک شخص ہمارے ملک میں داخل ہوا ہے اور اس کے ساتھ اس کی نوجوان بیوی بھی ہے اور وہ بے حد خوبصورت ہے۔ بادشاہ کی عادت سُو تھی کہ اس کے ملک میں نئے آنے والے کے ساتھ اگر کوئی عورت ہوتی اور وہ خوبصورت ہوتی تو بادشاہ اس عورت کو پسند کر لیتا اور اپنے پاس رکھ لیتا۔ چنانچہ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنے کا ارادہ کیا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق بادشاہ کے کارندے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور انھیں بادشاہ کا پیغام دیا کہ وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کے پاس بھیجیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پردیسی تھے، اجنبی تھے، غریب الدیار اور مسافر تھے، وہ کیا کر سکتے تھے، بے بس تھے لیکن اللہ کے موحد بندے تھے، انھیں یہ یقین تھا کہ جس اللہ کی توحید کے لیے وہ آگ میں کود گئے اور اللہ نے انھیں محفوظ رکھا وہ اللہ اپنے بندے کی عزت کا بھی ضرور پاس کرے گا۔ چنانچہ بے بس مسافر نے اپنی بیوی کو بادشاہ کی طرف روانہ کر دیا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو محل میں پہنچا دیا گیا، بادشاہ ان کے حسن کے بارے میں اپنے کارندوں سے آگاہ ہو چکا تھا اس کی نیت جو پہلے ہی خراب تھی کہ وہ، اب اس کا ارادہ اور زیادہ برا ہو گیا۔ چنانچہ وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہونے لگا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اٹھ کھڑی ہوئیں، وضو کرنے لگیں اور انھوں نے نماز شروع کر دی، وہ اپنے اللہ کے حضور کھڑی ہو گئیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ بادشاہ یہ منظر دیکھتا رہا اور یہ سوچ کر انتظار کرتا رہا کہ یہ خاتون اپنی عبادت سے فارغ ہو گی تو پھر اس کی طرف بڑھوں گا، ادھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اپنے رب کریم سے باتیں کر رہی تھیں۔ جو کوئی بھی جب اپنے رب کے حضور نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے اللہ سے باتیں کرتا ہے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے رب سے اپنی مشکل کے بارے میں جو بات کی، اللہ کی قسم! باکمال کی۔ انھوں نے کہا:

((اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَ بِرَسُوْلِكَ وَ اَحْصَنْتُ فَرْجِیْ اِلَّا عَلٰی زَوْجِیْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَیَّ الْکَافِرَ)) (بخاری)

”اے اللہ! اگر میں تجھ پر ایمان لائی ہوں، تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں، اپنے خاوند کو چھوڑ کر میں نے اپنی عزت وعصمت کو کبھی داغدار نہیں ہونے دیا...... تو (پھر اے میرے مولا!) اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ ہونے دے۔“

اللہ! اللہ! حضرت سارہ مشکل میں ہے، عزت کو بچانے کی مشکل...... اور اس مشکل

میں فریاد کناں ہے اپنے مولا کریم سے...... اور مشکل سے نکلنے کے لیے اپنے اللہ کے ہاں کسی کا واسطہ نہیں ڈالتی، کوئی وسیلہ نہیں ڈھونڈتی بلکہ وسیلہ ڈھونڈا تو اللہ کی عبادت کا......نماز پڑھتی ہیں اور نماز میں اپنے عمل کا وسیلہ ڈالتی ہیں۔ اللہ کی یہ ولیہ عورت ایمان کے بعد اپنے جس عمل کا وسیلہ اپنے رب کے حضور ڈالتی ہیں وہ اپنی پاکدامنی کا وسیلہ ہے۔ اللہ اکبر! پاکدامنی کتنی بڑی چیز ہے، کتنا اعلیٰ عمل ہے۔ یہ کس قدر خوبصورت نگینہ ہے جسے حضرت سارہ نے سنبھال کے رکھا ہے۔ یہ کیسا خوبصورت یاقوت ہے جس پر حضرت سارہ نے خراش تک نہیں آنے دی۔ یہ کیسا چمک دار ہیرا ہے جس پر اللہ کے خلیل کی بیوی نے گرد بھی نہیں پڑنے دی۔ اللہ اکبر! یہ کتنا بڑا اور عالیشان عمل ہے۔ عزت کی حفاظت واقعی بہت بڑا عمل ہے، اس کے بڑا اور عالیشان ہونے پر یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ کی بندی نے اس عمل کو اللہ کے دربار میں بطور واسطہ پیش کیا ہے اور مدعا یہ ہے کہ عزت بچ جائے۔ عفت مشکل میں ہے اور دعا ہے کہ اے اللہ! اس مشکل سے نکال دے کہ تو ہی مشکل کشا ہے۔

واہ! واہ! اے مسلمانوں کی روحانی اماں! تیرے سچے عمل کی لاج......عرش والے ''لج پال'' نے ایسی رکھی کہ کمال کر دیا۔ بے شک آپ کا مقام بہت اونچا ہے، کیونکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ہیں لیکن آپ نے اللہ کے حضور واسطہ اپنے خاوند کا نہیں ڈالا، باوجود اس کے کہ وہ اللہ کے گہرے دوست ہیں...... آپ نے واسطہ ڈالا تو اپنے عمل کا ڈالا۔ آپ کو ولایت ملی تو اپنے عمل سے ملی، کسی دوسرے کے مقام و مرتبہ اور کسی دوسرے کے نیک عمل سے ولایت نہیں ملی بلکہ اپنے ہی عمل سے ملی اور آپ کا یہ کردار قیامت تک آنے والی تمام عورتوں کے لیے نمونہ بن گیا ہے کہ مقام ملے گا تو اپنے عمل سے ملے گا اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد عورت کے لیے جو سب سے بڑا عمل ہے، جو ولایت کی بلندیوں تک پہنچانے والا ہے وہ عزت و آبرو کی حفاظت کا عمل ہے۔

میری بہنو! ہم سب کی روحانی ماں اللہ کی ایسی ولیہ اور دوست تھیں کہ اللہ نے ان کی فریاد کو فوراً سنا اور پھر اگلا منظر کیسا سامنے آیا۔ آیئے ملاحظہ کیجیے!

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے نماز ختم کر لی، اپنے رب سے فریاد کر لی تو بادشاہ اپنے تخت سے اٹھا، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھنے لگا اور جب قدرے قریب آیا تو بے ہوش ہو کر دھڑام سے محل کے فرش پر گر پڑا۔ اس کے منہ سے اس طرح کی آوازیں آ رہی تھیں جیسے موٹے کٹے کو ذبح کیا جائے تو گھرڑ گھرڑ کی آوازیں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ بادشاہ کا بھی یہی حال تھا۔ منہ سے جھاگ بہنا شروع ہو گئی تھی۔ اب اس کے پاؤں بھی زمین سے رگڑیں کھانے لگے تھے، ٹانگیں چل رہی تھیں۔ وہ تڑپ رہا تھا، صاف نظر آ رہا تھا کہ یہ اللہ کی گرفت میں ہے۔ یہ حضرت سارہ کو اپنی گرفت میں لینا چاہتا تھا لیکن اللہ نے ایسا گرفت میں لیا کہ ''بے بے'' یاد آ گئی۔

لوگو! جب کوئی اللہ کا بن جاتا ہے تو اللہ اس کا بن جاتا ہے۔ حضرت سارہ کے لیے مولا کریم ایسے بن گئے کہ حضرت سارہ جو جو کہتی جاتی تھی، عرش والا رب اسی طرح کرتا جاتا تھا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو خیال آیا کہ اگر یہ بادشاہ اسی طرح مر گیا تو پھر کیا ہو گا؟ کہیں اس کے قتل کا الزام مجھ پر ہی نہ لگ جائے؟ چنانچہ یہ خیال آتے ہی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اپنے رب کے حضور فریاد کرتی ہیں:

((اَللّٰھُمَّ! اِنْ یَمُتْ یُقَالُ هِیَ قَتَلَتْهُ)) (بخاری)

''مولا کریم! اگر یہ مر گیا تو یہی کہا جائے گا کہ اس عورت نے بادشاہ کو مار دیا ہے۔''

اللہ نے اپنی بندی کے خدشہ کے مطابق ان کی خواہش کو پورا کر دیا اور بادشاہ کو ٹھیک کر دیا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ درمیان میں کتنا وقفہ پڑا۔ یہ معاملہ چند منٹ کا تھا یا چند گھنٹوں کا تھا یا ایک آدھ دن کا تھا۔ بہر حال بادشاہ کے ساتھ جو ہوا وہ اسے بھلا کر دوبارہ پہلے والی حرکت کا سوچنے لگا...... حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جب دوبارہ دیکھا کہ بادشاہ کو عقل نہیں آئی بلکہ اب پھر سرکشی پر آمادہ ہے...... تو دوبارہ پہلے والا عمل دہرایا، وضو کیا نماز پڑھی اور اللہ کے ہاں پہلے والی دعا کی...... نماز سے فارغ ہوئیں تو بادشاہ آگے بڑھا۔ وہ دوسری

بار پھر نیچے گرا اور پہلے والی حالت سے دوچار ہو گیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ اپنے رب سے وہی التجا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو الزام اس کے مرنے کا تیری بندی پر ہی آئے گا۔

اللہ! اللہ! اللہ کریم نے بادشاہ کو دوبارہ ٹھیک کر دیا، گویا اللہ کریم کہہ رہے تھے کہ میری بندی! تو جس طرح کہتی جائے گی ہم اسی طرح کرتے جائیں گے۔

قارئین کرام! بادشاہ نے اب دربار لگایا اور اپنے کارندوں کو کہنے لگا: ''یہ عورت جو تم میرے پاس لائے ہو یہ جنات میں سے کوئی جن عورت تھی جسے تم میرے پاس لے آئے، اسے اس کے خاوند ابراہیم علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔'' محسوس ہوتا ہے کہ وہ کارندے جانے لگے تو بادشاہ نے انھیں کہا کہ ٹھہرو! یہ لڑکی ہے، اس کا نام ''ہاجرہ'' ہے، اسے اس خاتون کے سپرد کر دو کہ وہ اسے ساتھ لے جائے۔

اللہ! اللہ! حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی کرامت دیکھیے کہ وہ بادشاہ جو حضرت سارہ کے حسن میں دل گرفتہ ہو کر انھیں اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا وہ اب اپنی لڑکی خادمہ بنا کر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر رہا تھا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حاجرہ کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو آپ یقیناً خوش ہوئے ہوں گے کہ اللہ نے کرم کیا، سارہ آ گئی مگر حیران بھی ہوں گے کہ یہ ایک اور لڑکی بھی اس کے ساتھ ہے۔ حضرت سارہ نے اللہ کے خلیل علیہ السلام کی حیرانی کو فوراً دہری خوشی و مسرت میں یہ کہہ کر تبدیل کر دیا:

((أَشَعَرْتَ اَنَّ اللّٰهَ کَبَتَ الْکَافِرَ وَ اَخْدَمَ وَلِیْدَةً)) (بخاری)

''جناب نے محسوس نہیں کیا کہ اللہ نے کافر کو اوندھے منہ پٹخ کے رکھ دیا اور خدمت کے لیے یہ لڑکی بھی عطا کر دی ہے۔''

❁❁❁

حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا
زوجہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرشتے کی آواز سنی اور لخت جگر کی جانب دیکھا تو پانی کا فوارہ پھوٹ نکلا۔

مصر کے بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے سپرد جو لڑکی کی...... حضرت سارہ نے اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ جناب خلیل اللہ علیہ السلام نے اس لڑکی کو اپنی دوسری بیوی بنا لیا۔ یہ لڑکی جس کا نام حاجرہ تھا، اللہ نے اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا عطا فرمایا۔ بیٹے کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ بچہ ابھی شیر خوار ہی تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں ماں بیٹے کو ہمراہ لیا اور فلسطین سے حجاز کی طرف لمبا سفر شروع کر دیا۔ وہ مکہ میں آئے، تب یہاں نہ کوئی آبادی تھی اور نہ پانی تھا، خشک پہاڑ اور جنگل تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں پڑاؤ کیا، جتنے دن اللہ کو منظور تھے وہ یہاں ٹھہرے اور پھر ایک روز بیوی اور بچے کو چھوڑ کر چل دیے۔ صحیح بخاری اور احادیث کی دیگر کتب میں یہ واقعہ اس طرح آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام الوداع ہو کر جا رہے تھے اور ننھے اسماعیل کی والدہ اپنے خاوند کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیچھے مڑ کر نہ دیکھ رہے تھے۔ وہ اسی لیے پلٹ کر نہیں دیکھ رہے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیوی اور بچے کی محبت غالب آجائے اور اللہ کے حکم جو انھیں یہاں چھوڑ جانے کا ہے، اس پر حرف نہ آئے۔ لہٰذا وہ اللہ کے حکم کو مقدم کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ پیاری نوجوان بیوی، حاجرہ رضی اللہ عنہا کی آوازیں یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہتھوڑے کی ضربیں بن کر دل کو کرچی کرچی کر رہی ہوں گی لیکن وہ ضربیں سہتے جا رہے تھے اور اللہ کے حکم کو سامنے رکھتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے جاتے تھے اور حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا آوازیں دیے جا رہی تھیں:

((یَا اِبْرَاهِیْمُ! أَیْنَ تَذْهَبُ وَ تَتْرُکُنَا بِهٰذَا الْوَادِی الَّذِیْ لَیْسَ فِیْهِ اِنْسٌ وَ لَا شَیْءٌ)) (بخاری)

''اے ابراہیم! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑ رہے ہیں جس میں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز ہے۔''

صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کداء کے مقام پر پہنچے اور کداء آج بھی مکہ کے ایک محلّہ کا نام ہے تو وہاں حضرت حاجرہ علیہا السلام نے اپنے خاوند کو اس طرح آواز دی:

((یَا اِبْرَاهِیْمُ! اِلیٰ مَنْ تَتْرُکُنَا ؟))

''اے ابراہیم! ہمیں کس کے پاس چھوڑے جا رہے ہو؟''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا:

((اِلَی اللّٰهِ))

''اللہ کے پاس۔''

حضرت حاجرہ علیہا السلام کی زبان سے فوراً نکلا:

((رَضِیْتُ بِاللّٰهِ))

''میں اللہ کے ساتھ (رہ کر) راضی ہوں۔''

چلتے چلتے مزید پوچھا:

((آللّٰهُ اَمَرَكَ))

''کیا اللہ نے آپ کو (ایسا کرنے کا) حکم دیا ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: ''جی ہاں! (مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہے)۔''

یہ سنتے ہی حضرت حاجرہ علیہا السلام کی رضا...... یقین میں بدل گئی اور انھوں نے کہا:

((اِذَنْ لَا یُضَیِّعُنَا)) (بخاری)

''یہ بات ہے تو اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔''

یہ جملہ کہہ کر حضرت حاجرہ نے اپنے قدم روک لیے۔ وہ اپنے شوہر نامدار کو پیچھے سے دیکھتی رہیں حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وجود نگاہوں کے سامنے دھندلا ہو گیا...... پھر وہ مہربان خاوند...... بیوی سے بے پناہ محبت کرنے والا، انتہائی شفیق، بڑا ہی نرم دل، ننھے اسماعیل سے لاڈ پیار کرنے والا، آج اتنا بے رخ ہو کر چلا کہ آخر کار حاجرہ علیہا السلام کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ اب حضرت حاجرہ علیہا السلام نے واپسی کی راہ لی اور بیت اللہ کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

دوسری جانب حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے جسے ''ثنیہ'' کہا جاتا ہے۔ وہاں اللہ کے خلیل علیہ السلام ٹھہر گئے، چہرہ کعبہ کی طرف کیا، ہاتھ بلند کیے اور اپنے اللہ کو مخاطب کر کے یوں کہنے لگے:

رَّبَّنَا إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ ٱلۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ فَٱجۡعَلۡ أَفۡـِٔدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهۡوِيٓ إِلَيۡهِمۡ وَٱرۡزُقۡهُم مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُونَ ﴿٣٧﴾ (ابراھیم:۳۷)

''اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد میں سے (بڑے بیٹے اسماعیل کو) ایک ایسی وادی (مکہ) میں تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے جہاں پانی اور سبزہ ناپید ہے۔ ہمارے پروردگار! (میں نے ایسا اس لیے کیا) تاکہ یہ نماز قائم کریں، چنانچہ آپ لوگوں میں سے بعض کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دیں اور انھیں پھلوں کا رزق عطا کر دیجیے تاکہ یہ شکر گزار بنے رہیں۔''

حضرت حاجرہ علیہا السلام کے شوہر نامدار اور ننھے اسماعیل کے والد گرامی یہ دعائیہ جملے اپنے اللہ کے حضور کہہ کر فلسطین کی جانب چلے گئے...... دوسری طرف حضرت حاجرہ علیہا السلام کے پاس کھانے کو کھجوروں کا ایک تھیلا تھا اور پینے کو پانی کا مشکیزہ تھا، چند دنوں کے بعد پانی ختم ہو گیا اور

پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ پیاس ستانے لگی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام خود تو پیاسی تھیں ہی مگر ننھے اسماعیل کو اپنا دودھ پلائے جا رہی تھیں...... لیکن آخر کب تک؟ مسلسل پانی نہ پینے کی وجہ سے ننھے اسماعیل کے لیے والدہ کا دودھ بھی کم ہوتا گیا، پیاس نے بھی برا حال کر دیا۔ ماں جو خود شدت پیاس سے بلبلا رہی تھیں وہ اب اس قابل نہ رہی تھیں کہ اپنے جگر پارے کے حلق کو اپنے دودھ کے ساتھ تر کر دیں۔ ننھا اسماعیل روئے جا رہا تھا، شدت پیاس سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا، حلق خشک ہو رہا تھا، زبان تالو کے ساتھ چمٹ رہی تھی۔ اب رونے کی سکت بھی ختم ہو رہی تھی...... حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس اس جنگل میں بس ایک ہی ساتھی اور مونس تھا اور وہ ان کا یہ ننھا لخت جگر تھا۔ باقی تو یہاں نہ کوئی انسان تھا اور نہ کوئی حیوان تھا۔ حیوان تو دور کی بات یہاں تو کوئی پرندہ بھی نہ تھا۔ پرندہ تبھی ہوتا اگر یہاں کوئی پانی ہوتا، کوئی خوراک ہوتی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے اپنا لخت جگر دیکھا نہ جا رہا تھا مگر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں؟ یقین تو تھا کہ اللہ ہمیں ضائع نہ کرے گا لیکن اب تو ضائع ہونے کے مرحلہ میں وہ داخل ہو چکی تھیں۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ آخری حد عبور ہونے ہی والی ہے۔ لہٰذا ایک ماں بے بسی کی حالت میں بیٹے کو چھوڑ کر دوڑ پڑی۔ چند قدموں کے فاصلے پر ایک پہاڑی ٹیلا جس کا نام صفا ہے، حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس پر چڑھیں کہ شاید کوئی بندہ نظر آ جائے؟ اس دکھ کی گھڑی میں کہیں سے کوئی مدد آ جائے، چاروں طرف دور دور تک حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے دیکھا مگر کوئی بھی نظر نہ آیا۔ پھر کعبہ کی طرف منہ کیا، لخت جگر پر نظر دوڑائی، ننھا اسماعیل ابھی ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ ننھے اسماعیل کی ماں مامتا کی ماری ماری اب پھر تیزی سے قدم اٹھانے لگیں...... سامنے ایک اور پہاڑی ٹیلا تھا، بے بسی کی حالت میں اس کی طرف چل دیں، یہاں پہنچیں تو لخت جگر نظر نہیں آیا، لہٰذا بے بس ماں دوڑنے لگ گئی، جلدی سے مروہ پہاڑی پر پہنچیں۔ یہاں سے پھر لخت جگر کی جانب دیکھا کہ وہ ہاتھ پاؤں مارے جا رہا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے یہاں بھی چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر کوئی انسان نظر نہ آیا۔

ننھے اسماعیل کی والدہ نے اسی طرح دونوں پہاڑیوں کے مابین دوڑتے ہوئے سات

چکر کاٹے...... ساتویں چکر پر جب وہ مروہ کے پاس پہنچیں تو...... ایک آواز سنائی دی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام فوراً ساکت و جامد ہو کر کھڑی ہوگئیں۔ وہ دیکھنے لگیں کہ یہ آواز کس طرف سے آئی ہے؟ آواز تو ضرور آتی ہے مگر آواز والا کوئی نظر نہ آ رہا تھا...... آخر حضرت ہاجرہ علیہا السلام بولیں:

''اے ہمیں آواز سنانے والے! اگر تیرے پاس ہماری فریاد رسی کا کوئی سامان ہے تو سامنے آ۔''

اللہ کا بھیجا ہوا ایک فرشتہ جو حضرت جبریل علیہ السلام تھے وہ ننھے اسماعیل کے پاس ظاہر ہوئے، انھوں نے زمین پر ایڑی ماری۔ ایک روایت میں ہے کہ پر مارا۔ پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا، وہ فوارہ بن کر ابلنے لگا۔ ننھے اسماعیل پر پانی کے چھینٹے پڑنے لگے۔ پانی اور ہوا ملی ہوئی پھوار ننھے اسماعیل پر سایہ فگن تھی...... حضرت ہاجرہ نے جب یہ منظر دیکھا تو بیٹے کی جانب...... چشمے کی طرف دوڑیں۔

ہماری روحانی ماں، حضرت ہاجرہ! قربان جاؤں آپ کے ایمان اور حوصلہ وصبر پر کہ وہ ہمالیہ سے اونچا اور مضبوط تھا جو قائم رہا...... وگرنہ آج کی طرح کی کوئی بے حوصلہ خاتون ہوتی تو ایسے موقع پر خاوند کو کوستی، گالیاں دیتی...... وہ کہتی دیکھو! یہاں جنگل بیاباں میں ہمیں مرنے کو چھوڑ گیا ہے، پھر کوئی پتا نہیں لیا...... کہتا تھا اللہ کے سپرد کر کے جا رہا ہوں۔ دنیا میں بھلا ایسے بھی ہوتا ہے، اب کہاں ہے اللہ کی مدد؟...... اللہ کی قسم! حضرت ہاجرہ علیہا السلام بے بسی کی حالت میں جس قدر اور جو کر سکتی تھی وہ کیا مگر آخری لمحات تک زبان پر شکوہ نہیں آیا۔ وہ اپنے الفاظ پر قائم رہیں کہ ''ہمیں اللہ ضائع نہیں کرے گا۔'' اللہ اکبر! مولا کریم نے بھی اپنی بندی کو اپنے گہرے دوست کی بیوی کو اونچا مقام عطا فرمانا تھا لہٰذا آزمائش بھی خوب ہی کی بلکہ زندگی کے آخری لمحے تک آزمائش کو جاری رکھا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کامیاب ہوگئیں۔ وہ اللہ کے گہرے دوست اور پیغمبر کی بیوی تو تھیں ہی مگر اب انھوں نے اپنے رب پر یقین کا جو عملی اظہار کیا تو اللہ نے کرامتوں یعنی عزتوں سے نواز دیا، ولایت یعنی اپنی

دوستی کو ثابت کر دیا اور اس کا ثبوت یوں سامنے آیا کہ چشمہ ابل رہا تھا۔

حضرت حاجرہ علیہا السلام مروہ سے دوڑتے ہوئے جب چشمہ کے پاس پہنچیں تو ننھے اسماعیل کو پانی پلایا اور خود بھی پیا، پھر اپنے لختِ جگر کو چھاتی سے چمٹایا، اپنا دودھ پلایا۔ ننھا اسماعیل کلکاریاں مار رہا تھا۔ ماں نے اسے ایک جانب لٹایا اور جلدی سے چلو بھر بھر کے اپنی مشک بھرنے لگیں مگر پانی کا جوش بڑھتا جاتا تھا۔ فرشتے نے حضرت حاجرہ کو مخاطب کر کے کہا:

''ضائع ہو جانے کا خوف مت کھاؤ، یہاں پر اللہ کا گھر ہے، یہ ننھا بچہ اور اس کا باپ عنقریب اس گھر کو بنائیں گے اور اس گھر کے پاسبانوں کو اللہ ضائع نہیں کرے گا۔''

حضرت حاجرہ نے جب یہ سنا تو مزید اطمینان نصیب ہوا۔ اب اس اندیشے کے تحت کہ پانی ادھر ادھر ضائع نہ ہو۔ حضرت حاجرہ نے پانی کے اردگرد پتھر وغیرہ رکھ کر فصیل بنانا شروع کر دی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اسماعیل کی ماں پر رحم کرے، اگر وہ زم زم کو یونہی چھوڑ دیتیں تو وہ جاری چشمے کی شکل میں رہتا۔''

جی ہاں! چونکہ حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا نے اردگرد منڈیر بنا ڈالی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے معاملہ اپنی پیاری بندی کے ہاتھوں سے کیے ہوئے کام کے مطابق ہی کر دیا اور زم زم کے پانی کو کنویں کی شکل میں بدل دیا۔ یعنی جیسے اس کی پیاری بندی نے کیا ویسے ہی اس کے مولا نے کر دیا۔

اللہ کی صابر و شاکر بندی حاجرہ رضی اللہ عنہا کی یہ کرامت ہزاروں سال سے آج بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کئی بار یہاں آنے کی سعادت سے نوازا...... میں جب بھی اس کنویں کے قریب گیا، حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کی اس کرامت اور اس کے پورے پس منظر کو ذہن میں ایک فلم کی طرح چلا کر لطف اندوز ہوتا رہا اور زم زم پیتے ہوئے یہ سوچتا رہا کہ مکہ شہر اور اس کے اردگرد میلوں تک آج بھی نہ کوئی نہر ہے اور نہ کوئی چشمہ۔ پہاڑ خشک اور سخت ہیں، گرمی

اس قدر ہے کہ ہمارے ہاں پاکستان میں جب دسمبر اور جنوری کی سردی میں لوگ ٹھٹھرتے ہیں تو مکہ میں ایئر کنڈیشنرز چلتے ہیں...... اس گرم اور ویران وادی میں اللہ کی قدرت کا نظارہ دیکھو، حضرت حاجرہ کی کرامت کا منظر دیکھو کہ یہ چشمہ جو کنویں کی شکل میں ہے، ہزاروں سال سے جاری ہے۔ آج وہاں ٹیوب ویل نصب ہے اور ۲۴ گھنٹے چلتا ہے مگر پانی کی کوئی کمی نہیں۔ یہ پانی مکہ کے شہری بھی پیتے ہیں، جدہ کے شہری بھی یہی پانی پیتے ہیں اور مدینہ کے حرم نبوی میں بھی یہی پانی پیا جاتا ہے۔ ویسے تو سارا سال ہی لاکھوں لوگ عمرہ کے لیے آتے ہیں اور پانی پینے کے علاوہ نہانے کے ساتھ ساتھ...... جاتے ہوئے ہمراہ بھی لے جاتے ہیں مگر رمضان میں عمرہ کرنے والوں کی تعداد اب پچیس سے تیس لاکھ کو چھونے والی ہے، یہ سب لوگ اپنے گھروں میں بھی پانی لے کر جاتے ہیں۔ یوں پوری دنیا میں یہ پانی پہنچتا ہے مگر زم زم کے کنویں میں پانی کی کوئی کمی نہیں۔ لاریب مولا کریم نے اپنی بندی کے لیے زم زم کی صورت میں کرامت کا جو فیض جاری کیا وہ آج بھی جاری ہے۔

زم زم کے پانی میں اللہ تعالیٰ نے بڑی شفا رکھی ہے اور یہ محض عقیدہ و ایمان ہی کی بات نہیں بلکہ اس پانی کو دنیا کی اعلیٰ ترین لیبارٹریوں میں چیک کیا گیا تو رزلٹ یہ آیا کہ صحت کے اعتبار سے یہ پانی مکمل طور پر صحت مند ہے اور اس کی کوالٹی اس قدر اعلیٰ ہے کہ اس کوالٹی کا پانی روئے زمین پر اور کہیں موجود نہیں۔

سعودی عرب کا جو موجودہ دور ہے اس کے بانی شاہ عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کے زمانے میں ایک برطانوی کمپنی نے زم زم کو اپنی لیبارٹری میں چیک کرنے کا پروگرام بنایا۔ زم زم کا سیمپل لیا گیا۔ آگے کمپنی تک جس شخص نے یہ سیمپل پہنچایا وہ اس کمپنی کا ایک کارندہ اور یہودی تھا۔ اس یہودی نے زم زم کے پانی میں عام اور آلودہ پانی ملا دیا، جب رپورٹ سامنے آئی تو شور مچ گیا کہ زم زم کا پانی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ حکومت سعودی عرب نے کمپنی سے کہا کہ وہ اپنی لیبارٹری کو چیک کروائے اور اپنے بندوں میں بھی تحقیق کروائے کہ درمیان میں کسی گڑ بڑ کا امکان نظر آتا ہے۔ چنانچہ کمپنی کو زم زم کا دوبارہ سیمپل دیا گیا اور

جب اسے چیک کیا گیا تو زم زم کا پانی دنیا کا بہترین پانی قرار پایا۔ اب جب سیمپل لانے والے بندوں کی تحقیق شروع ہوئی تو ایک اہلکار جو یہودی تھا اس نے اعتراف کیا کہ اس نے عام استعمال شدہ آلودہ پانی زم زم کے پانی میں ملا دیا تھا۔ یہودی کی خباثت ظاہر ہوگئی اور ثابت ہوگیا کہ حضرت حاجرہ علیہا السلام کے فرزندار جمند جناب رسول آخریں ﷺ نے جب زم زم کے پانی کو آب شفا قرار دے دیا تو حکوت سعودیہ کا یہ مومنانہ جواب خوب ایمان افروز تھا کہ تمھاری لیبارٹری اور بندے جراثیم زدہ ہوسکتے ہیں، حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کی کرامت سے پھوٹنے والے چشمہ کا پانی جراثیم زدہ نہیں ہوسکتا۔ جی ہاں! اس معجزانہ پانی سے شفا یابی کا فیض آج بھی جاری ہے اور حضرت حاجرہ علیہا السلام کی یہ کرامت تا قیامت جاری رہے گی۔ (ان شاء اللہ!)

حضرت حاجرہ علیہا السلام کا انتہائی بے بسی میں بھی اپنے اللہ پر صبر و شکر کا کردار ایسا پسندیدہ تھا کہ جناب محمد کریم ﷺ کی آخری امت کے حاجیوں پر یہ فرض قرار دے دیا گیا کہ جو بھی یہاں بیت اللہ کی زیارت کو آئے وہ حضرت حاجرہ علیہا السلام کی طرح صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے اور وادی کے درمیان میں اسی طرح تیز دوڑے جس طرح حضرت حاجرہ علیہا السلام نے تیز دوڑ لگائی تھی اور صفا پر چڑھتے ہوئے اسی طرح کعبہ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے جس طرح حضرت حاجرہ اپنے فرزند ارجمند کو دیکھا کرتی تھیں۔

پیاری بہنو! آج جعلساز لوگوں نے پانی کے کئی ایسے چشمے اور کنویں متعین کر لیے ہیں کہ اس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ فلاں کی کرامت کی وجہ سے یہ پانی شفا والا ہے۔ یہ سارا جھوٹ ہے اور روزی کمانے کا خلاف شریعت ڈھکوسلا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ بعض عورتیں ان جعلسازوں کی جعلسازی کا شکار ہو جاتی ہیں اور مختلف درباروں سے پانی کو مقدس سمجھ کر لاتی ہیں، بعض درباروں پر اسی طرح چکر اور دوڑ لگاتی ہیں جس طرح صفا اور مروہ کے درمیان سعی یعنی دوڑ لگائی جاتی ہے۔ یاد رکھیے! حضرت حاجرہ علیہا السلام کی کرامت اس لیے شریعت بن گئی کہ اللہ نے اپنے نبی جناب ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اسے شریعت بنایا۔ جی

ہاں! زم زم کا پانی اس لیے شفا یابی کا حامل ٹھہرا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے شفا قرار دیا ہے اور حضرت حاجرہ علیہا السلام کی دوڑ اس لیے دین ٹھہرا کہ اللہ نے قرآن میں واضح کر دیا:

إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ ٱللَّهِ ﴿١٥٨﴾ (البقرة:١٥٨)

''بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کے شعائر (اسلامی عظمت کی علامات) ہیں۔''

ثابت ہوا کہ حضرت حاجرہ علیہا السلام کی کرامت زم زم اور سعی یعنی دوڑ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دین قرار دیا تب یہ دین بنا۔

❁❁❁

ماشطہ کا شیر خوار بچہ

ماشطہ کے شیر خوار بچے نے بول کر ماں سے کہا:

''دیر نہ کر چھلانگ لگا۔''

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، جسے امام ابن کثیر رحمہ اللہ بھی اپنی تفسیر میں لائے ہیں، بعض دیگر کتب میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے...... اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اللہ کے رسول گرامی جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر گئے وہاں جنت کی سیر کر رہے تھے کہ آپ نے بڑی عمدہ خوشبو محسوس کی، اس خوشبو کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو جناب جبریل علیہ السلام نے بتلایا: ''یہ خوشبو ماشطہ رضی اللہ عنہا اور اس کی اولاد کی طرف سے آ رہی ہے جو فرعون کی بیٹی کو کنگھی کیا کرتی تھی۔''

قارئین کرام! معروف تو یہی ہے کہ فرعون اولاد سے محروم تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو صندوق میں بند ایک شیر خوار بچے تھے اور وہ صندوق دریائے نیل کی موجوں پر بہتا ہوا اس جگہ کنارے آ کر لگا جہاں فرعون کا محل تھا تو جب اسے پکڑ کر کھولا گیا تو انتہائی خوبصورت بچہ نکلا جو انگوٹھا چوس رہا تھا۔ فرعون نے اسے قتل کرنا چاہا مگر اس کی بیوی، مصر کی ملکہ حضرت آسیہ نے کہا:

وَقَالَتِ ٱمْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ أَوْ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ (القصص:٩)

''فرعون کی بیوی نے کہا: ''یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے لہٰذا اسے قتل نہ کرو، ہو سکتا ہے کہ (بڑا ہو کر) یہ ہمیں نفع پہنچائے یا پھر ہم اسے بیٹا ہی بنالیں۔'' (وہ یہ باتیں کر رہے تھے لیکن مستقبل کے بارے میں) نہیں جانتے

تھے کہ (یہ کیا کرے گا)۔"

جی ہاں! قرآن کے اس بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کے پاس اولاد نہیں تھی، لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹی موجود تھی۔ یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ قرآن کے فرمان کا مطلب اب یہ لیا جائے گا کہ فرعون کے پاس نرینہ اولاد نہ تھی البتہ بیٹی موجود تھی لہٰذا ننھے موسیٰ کو اولاد نرینہ کے طور پر، بیٹے کی حیثیت سے محل میں پالا گیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس وقت تو کسی قسم کی اولاد نہ ہو البتہ ننھے موسیٰ کو بیٹا بنانے کے بعد فرعون کے گھر میں بیٹی پیدا ہوگئی ہو...... اب یہ بیٹی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی یا فرعون کی کسی اور بیوی کے بطن سے تھی، یہ اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

بہرحال درمیان میں اس وضاحت کے بعد آگے قصہ اس طرح ہے جو حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کی سیر کرواتے ہوئے اس وقت بتلایا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ خوشبو تو آرہی ہے اور یہ ماشطہ رضی اللہ عنہا کے اعلیٰ مقام کی دلیل ہے مگر ماشطہ رضی اللہ عنہا کو یہ اعلیٰ مقام ملا کس طرح؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے بتلایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ماشطہ رضی اللہ عنہا فرعون کی بیٹی کے سر میں کنگھی کر رہی تھی کہ کرتے کرتے کنگھی ماشطہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے گر پڑی۔ جونہی کنگھی گری ماشطہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے بے ساختہ نکلا "بسم اللہ" اور ساتھ ہی کنگھی کو پکڑ لیا۔ فرعون کی بیٹی کے لیے یہ ایک انوکھا اور نیا جملہ تھا لہٰذا اس نے فوراً پوچھا:

"یہ جو اللہ ہے کیا یہ میرا ہی باپ ہے کہ جس کا نام لے کر تم نے کنگھی کو اٹھایا ہے؟" ماشطہ رضی اللہ عنہا نے فوراً رد کرتے ہوئے کہا:

"بالکل نہیں! حقیقت یہ ہے کہ میری مراد وہ اللہ ہے جو میرا بھی رب ہے اور تیرے باپ فرعون کا بھی رب ہے۔"

فرعون کی بیٹی نے اس پر کہا:

"کیا میں اپنے ابا جی کو اسی طرح بتلا دوں؟"

ماشطہ رضی اللہ عنہا نے فوراً کہا: ''بتلا دو۔'' چنانچہ بیٹی نے اپنے باپ فرعون کو یہ سارا واقعہ بتلا دیا۔ فرعون نے ماشطہ رضی اللہ عنہا کو طلب کر لیا، وہ جب حاضر ہو گئی تو فرعون نے ماشطہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا:

''کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟''

ماشطہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

''جی ہاں! میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔''

قارئین کرام! بس پھر کیا تھا، فرعون آگ بگولا ہو گیا اور اس قدر غضب میں آیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے بتلانے کے مطابق اس نے تانبے کا ایک بہت بڑا برتن لانے کا حکم دیا، اسے آگ پر رکھ کر آگ ہی کی طرح دہکا دیا گیا اور پھر ماشطہ رضی اللہ عنہا اور اس کے بچوں کو اس کڑاہے میں پھینکنے کا حکم دیا گیا...... اس دوران ماشطہ رضی اللہ عنہا فرعون سے مخاطب ہوئیں اور کہا:

''میری ایک خواہش ہے؟''

فرعون نے پوچھا ''کیا خواہش ہے؟''

ماشطہ نے کہا:

''خواہش یہ ہے کہ میری اور میرے بچوں کی ہڈیوں کو ایک کپڑے میں جمع کیا جائے اور دفن کر دیا جائے۔''

فرعون نے کہا: ''تمھاری اس خواہش کو پورا کرنا ہمارے ذمہ رہا۔''

اس کے بعد حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کو ایک ایک کر کے آگ کے کڑاہے میں پھینکنے کا فرعون نے حکم دیا۔ چنانچہ ایک ایک کر کے ماشطہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کو پھینکا گیا جب آخر میں شیر خوار بچہ رہ گیا تو اس وقت ماشطہ رضی اللہ عنہا اپنے بچے کی وجہ سے پس و پیش کرنے لگی۔ بچہ فوراً بولا: ''امی جان! کود جاؤ، دنیا کی تکلیف آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکی ہے۔'' چنانچہ ماشطہ رضی اللہ عنہا نے چھلانگ لگا دی۔

قارئین کرام! غور کیجیے جو اللہ کی جنت ہے وہ تو ہمہ وقت خوشبوؤں سے معطر ہے۔ جناب رسول کریم ﷺ اس جنت میں موجود ہیں، پھر ایک بڑی عمدہ خوشبو محسوس کرتے ہیں تو حضرت جبریل علیہ السلام بتلاتے کہ یہ تو ماشطہ رضی اللہ عنہا اور اس کے بچوں کے محلات کی طرف سے آرہی ہے اور پھر ماشطہ رضی اللہ عنہا کا پورا قصہ سنا دیتے ہیں۔ اللہ اکبر! مندرجہ بالا مقام ایسے نہیں مل جاتے۔ ذرا حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کی دلیری تو دیکھو کہ ایک گھریلو ملازمہ ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت توحید کو قبول کر لیتی ہیں۔ ایمان ان کے دل میں تھا مگر چھپائے ہوئے تھیں، آخر وہ خوشبو کب تک چھپی رہتی، ایک روز ظاہر ہو گئی...... اور جب ظاہر ہو گئی تو حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا دلیر ہو گئیں، فرعون کے سامنے ڈٹ گئیں۔

اللہ! اللہ...... ذرا غور تو کیجیے کہ سامنے دیو ہیکل کڑاہا تپ رہا ہے۔ بعض نے کہا ہے اس میں تیل تھا۔ کڑاہے کا تیل ابلتے ہوئے جوش مار رہا ہے، ماشطہ رضی اللہ عنہا کو بچوں سمیت ایک لائن میں کھڑا کیا گیا ہے۔ فرعون خود موجود ہے۔ حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کو، ماں کی مامتا کو، تکلیف دینے کے لیے اس کے دل کو تیل والے کڑاہے میں جلانے سے پہلے ہی جلا دیا جاتا ہے۔ اس دل کی جلن کا کیا حال ہو گا جب اس کا لخت جگر فرعون کے اہلکاروں کے ہاتھوں کڑاہے میں پھینکا جا رہا ہو گا۔ کمال ایمان کی طاقت تھی کہ ماں اپنے مولا کی محبت میں سب کچھ کھڑی برداشت کیے جا رہی تھی...... لیکن جب دودھ پیتے دل کے ٹکڑے کی باری آئی، جو چھاتی سے لگا تھا، ماں کا دودھ پی رہا تھا، ماں نے اسے چھپا رکھا تھا کہ بچہ اس منظر کو نہ دیکھے، اسے گرم ہوا بھی نہ لگے۔ یقیناً ماشطہ رضی اللہ عنہا کی چادر اور بازوؤں نے معصوم بچے کو چھاتی کے ساتھ چمٹا کر محفوظ کر رکھا ہو گا۔ لیکن آخر کب تک؟ باری تو آ ہی گئی۔ یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے جو لفظ ہیں وہ یوں منظر کشی کرتے ہیں:

((تَقَاعَسَتْ مِنْ أَجْلِهِ))

بچے کی وجہ سے ماشطہ رضی اللہ عنہا پس و پیش کرنے لگی، پیچھے ہٹنے لگی۔ فرعون کی پولیس کے اہلکار اپنے ہاتھوں کو ماشطہ رضی اللہ عنہا کے بچے کی طرف بڑھا رہے تھے اور ماشطہ رضی اللہ عنہا اپنا جگر پارہ

بھلا کیسے ان کے حوالے کر دے؟ ماشطہ رضی اللہ عنہا کے قدم...... ماں کی ماں کی ممتا کی ٹانگیں کپکپا گئیں...... اللہ اللہ! اس مرحلے پر، انتہائی مشکل گھڑی میں...... امتحان کی آخری منزل پر اب اللہ کی مدد آئی، بچے کو بولنے کی طاقت ملی اور بچے نے کہا:

((یَا اُمَّةُ اقْتَحِمِیْ))

اے ماں! یہ وقت سوچنے کا نہیں ہے...... سوچنا چھوڑ دے...... بس جلدی کر...... کڑاہے میں کود جا، چھلانگ لگا دے اور پھر قبل اس کے کہ اہلکار بچے کو پکڑتے، وہ تو سن کر حیران ہو گئے اور ماں ماشطہ رضی اللہ عنہا نے بچے سمیت چھلانگ لگا دی۔

جی ہاں! چھلانگ لگا دی...... اور اگلے ہی لمحہ یہ پورا خاندان جنت الفردوس میں تھا، اللہ کی مہمان نوازی کے مزے لے رہا تھا۔ سینکڑوں صدیوں بعد جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی سیر کو گئے تو ماشطہ رضی اللہ عنہا اور اس کے بچوں کے محلات سے جو خوشبو اٹھی اسے سونگھ کر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عش عش کر اٹھے۔ کیا بات ہے ماشطہ رضی اللہ عنہا کے نصیبوں کی...... لیکن یہ نصیب جاگتے ہیں اس کے لیے جو اللہ کی توحید کے لیے قربانی پیش کرتا ہے، توحید کے لیے قربانی پیش کرنے والا ہی ولی ہوتا ہے۔

سبحان اللہ! حضرت ماشطہ رضی اللہ عنہا کی ولایت کے کیا کہنے کہ ان کی قربانی اور شہادت کا قصہ حضرت جبریل علیہ السلام بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جہاں یہ قصہ بیان ہوا ہے وہ مقام اللہ کی جنت ہے...... لو میری بہنو! ہم نے جنت کی فضاؤں میں بیان ہونے والا واقعہ آپ کو زمین پر سنا دیا ہے۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا
زوجہ
فرعون

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر فرشتوں نے پروں کا سایہ کر
دیا

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا مصر کے بادشاہ کی بیوی ہے، وہ مصر کی ملکہ ہے، خاتون اول ہے، دریائے نیل کے کنارے پر عظیم الشان محلات اس کا مسکن ہیں۔ ننھے موسیٰ نے اس کی گود میں پرورش پائی ہے۔ اسی محل میں ننھے شیر خوار کی حیثیت سے آنے والا موسیٰ اب جوان ہو چکا ہے۔ جی ہاں! اب انھیں پیغمبری بھی مل چکی ہے، فرعون کے ساتھ مناظرے ہو چکے ہیں۔ جادو گروں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ہو چکا ہے۔ جادو گر مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جس کی گود میں، جس کے محل میں، آنگن میں، پیغمبر پرورش پاتا رہا۔ آسیہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر اس کی شخصیت سے کون واقف ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا آسیہ رضی اللہ عنہا پر کرم ہوا اور آسیہ رضی اللہ عنہا نے موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی مان لیا...... اور موسیٰ علیہ السلام جس رب کو منوا رہے تھے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اس رب کی توحید کا اعلان کر دیا۔

شوہر سٹپٹا کر رہ گیا، فرعون کے غضب کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اس نے اپنی بیوی کو بہت سمجھایا، مارا پیٹا مگر ناکام ہوا...... آخر کار اس نے انتہائی اقدام کا فیصلہ کر لیا، اس نے اپنے اہلکاروں کو حکم دیا کہ مصر کی ملکہ کو لکڑی کے تختہ پر لٹا کر ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی میخیں ٹھونک دی جائیں۔ چنانچہ اہلکاروں نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو تختہ پر لٹا کر ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی میخیں ٹھونک دیں۔ اس کے اسی عمل کی وجہ سے اللہ نے فرعون کی فرعونیت کا ذکر کرتے ہوئے اسے میخوں والا کہا:

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾ (الفجر: ١٠)

''(آپ نے دیکھا نہیں تیرے رب نے) فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا (کیا کیا؟)''

قارئین کرام! اسی پر بس نہیں، ظالم فرعون کے حکم پر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو تپتے ریگستان کی دھوپ میں پھینک دیا گیا...... فرعون دورہ کرتا اور کہتا کہ اب بھی باز آ جا۔ محلات کی شاہی زندگی تیری منتظر ہے مگر آسیہ رضی اللہ عنہا پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ اثر کیسے ہوتا جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ یہ سنگین اور نا قابل برداشت ظلم ہوا تو اللہ کی مدد شامل حال ہو گئی۔ چنانچہ جب فرعون اور اس کے کارندے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے الگ ہوتے تو سخت دھوپ میں حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر فرشتے اپنے پروں کا سایہ کر دیتے۔ امام ابویعلیٰ اپنی حدیث کی کتاب ''المسند'' میں یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے لائے ہیں کہ جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے رب کریم کی طرف سے اپنے پر یہ کرم دیکھا تو انھوں نے اس مصیبت کی گھڑی میں اپنے رب کو پکارا اور کہا:

رَبِّ ٱبۡنِ لِي عِندَكَ بَيۡتٗا فِي ٱلۡجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِن فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِهِۦ وَنَجِّنِي مِنَ ٱلۡقَوۡمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١١﴾ (التحریم: ۱۱)

''میرے پروردگار! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک محل بنا اور مجھے فرعون اور اس کے اہلکاروں سے نجات عطا فرما اور ان ظالم لوگوں سے میری جان کی خلاصی کرا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((فَكَشَفَ لَهَا بَيْتَهَا فِي الْجَنَّةِ))

''اللہ نے جنت میں آسیہ رضی اللہ عنہا کو اس کا محل دکھلا دیا۔''

حدیث کی دوسری معروف کتاب ''مستدرک حاکم'' میں بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نیز معروف محدث امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اپنی حدیث کی کتاب ''شعب الایمان''

میں ایسا ہی تذکرہ کیا ہے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو جب میخیں ٹھونک کر دھوپ میں پھینکا گیا تو ظالم اہلکاروں کے وہاں سے جانے کے بعد فرشتے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر اپنے پروں کا سایہ کر دیتے اور جنت میں آسیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا محل دیکھ لیا۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی فریاد کو سن لیا، ان کی روح مٹی سے بنے ہوئے گوشت کے پنجرے سے آزاد ہوگئی اور سیدھی اللہ کے پڑوس جنت الفردوس کے محل میں جا پہنچی۔

جب کوئی اللہ کی توحید کے لیے، اللہ کے راستے میں ڈٹ جاتا ہے تو بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں اور بندیوں کو دنیا میں ہی عجب نظارے کروا دیتا ہے۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو بھی رب کریم نے دنیا میں ہی جنت کا محل دکھلا دیا، فرشتوں کے پروں کو ان پر سائبان بنا دیا، قرآن میں رہتی دنیا تک ان کے ذکر کو دائمی بنا دیا۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے اس عظیم کردار کو تمام مومنوں کے لیے ایک مثال قرار دیا، فرمایا:

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ ﴿١١﴾

(التحریم: ١١)

''اللہ تعالیٰ فرعون کی عورت کو مومنوں کے لیے بطور مثال بیان فرماتے ہیں۔''

اللہ کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جیسا پختہ ایمان اور استقامت عطا فرمائے۔

❁❁❁

حضرت عمران کی بیوی حسنہ

عمران کی بیوی حسنہ علیہا السلام کی نیت کو بھاگ لگ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کئی صدیوں بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد سے ایک اور شخص پیدا کیا اس کا نام بھی عمران تھا...... یہ عمران بھی بڑا نیک آدمی تھا اور اس کی بیوی بھی انتہائی نیک اور بلند پایہ مقام کی حامل خاتون تھیں۔ ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمران کی بیوی جن کا نام حسنہ تھا انھوں نے دیکھا کہ ایک چڑیا اپنے بچے کو خوراک دے رہی ہے، حضرت حسنہ کے دل میں ماں کی مامتا کا ولولہ اٹھا، چنانچہ انھوں نے اسی وقت اللہ کے حضور اولاد کے لیے دعا کی...... دعا قبول ہوئی اور وہ امید سے ہو گئیں...... اس پر انھوں نے اللہ کے ہاں نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو اولاد دے گا اسے بیت المقدس میں اللہ کے نام پر آزاد کر دوں گی یعنی وہ بچہ اللہ کے نام پر وقف ہو گا اور بیت المقدس میں عبادت الٰہی میں مصروف رہے گا۔

بنی اسرائیل کے ہاں یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنے بچوں کی نذر مانتے ہوئے انھیں بیت المقدس کی نذر کر دیتے تھے، وہاں ہیکل سلیمانی میں عبادت گزر رہا کرتے تھے، ان کی نگرانی میں یہ بچے مسجد کی خدمت کرتے، زائرین کی خدمت کرتے، عبادت میں مصروف رہتے اور تورات لکھ لکھ کر اسے آگے پھیلاتے۔ یوں وہ دین کی خدمت میں مصروف رہتے۔ اب جناب عمران کی زوجہ حسنہ نے جو نیت کی، وہ تو بڑی نیک تھی لیکن جب حسنہ کے ہاں ولادت ہوئی تو وہ بچہ نہ تھا بلکہ بچی تھی...... اس بچی کا نام مریم رکھا گیا۔

ہیکل سلیمانی میں ان دنوں بہت سارے چھوٹے چھوٹے کمرے یعنی حجرے ہوا کرتے تھے۔ ان حجروں میں یہود کے علماء عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت مریم جب عقل وشعور کی عمر کو پہنچیں اور مسجد یا ہیکل سلیمانی میں جانے کے قابل ہوگئیں تو سوال پیدا ہوا کہ ہیکل میں ان کا نگران کون ہو؟ حضرت زکریا علیہ السلام ان دنوں اللہ کے نبی تھے اور وہ بھی ہیکل سلیمانی میں رہتے تھے اور وہ حضرت مریم کے خالو بھی تھے، چنانچہ ان کی خواہش تھی کہ وہی حضرت مریم کے کفیل بنیں۔ حضرت مریم یتیم ہوگئی تھیں۔ ان کے والد گرامی حضرت عمران فوت ہوگئے تھے۔

اب ہیکل میں جو دیگر یہود کے علماء اور عبادت گزار تھے، ان کی بھی خواہش تھی کہ وہ حضرت مریم کے کی سر پرستی کا اعزاز حاصل کریں۔ اس پر آپس میں جھگڑا ہونے لگا اور استحقاق کی باتیں ہونے لگیں۔ بالآخر طے یہ پایا کہ ایسے سب حضرات جو حضرت مریم کی کفالت کے دعوے دار ہیں وہ اپنا اپنا قلم جن سے وہ تورات لکھا کرتے تھے، کسی بہتی ندی میں پھینک دیں، ان میں سے جس شخص کا قلم ندی کے بہاؤ کی طرف بہنے سے رک جائے اور اپنی جگہ قائم رہے تو وہی شخص مریم کی سر پرستی کا حق دار ہوگا۔ اس خرق عادت معاملے کو اختیار کر کے سب نے اپنی اپنی قلمیں ندی میں پھینکیں۔ چنانچہ ندی کا پانی جس طرف جا رہا تھا سب قلمیں اسی طرف بہ گئیں، صرف ایک قلم بہنے سے رک گیا اور یہ جو رکا تو یہ یقیناً اللہ کے فیصلے کے مطابق تھا۔ چنانچہ اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے کفیل بن گئے۔

حضرت مریم کی کفالت کے مسئلے پر ہیکل سلیمانی کے عبادت گزاروں کا باہم جھگڑا اس لیے تھا کہ آل عمران کو بنی اسرائیل میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ قرآن میں آل عمران کی فضیلت کا ذکر موجود ہے اور سورۃ آل عمران کا نام بھی اس فضیلت کی گواہی دے رہا ہے۔

حضرت مریم کی کفالت حضرت زکریا علیہ السلام کے حصہ میں آگئی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کفالت کے منصب کو اپنی طرف کر کے کہا: ''اللہ نے زکریا کو مریم کا کفیل بنایا......۔''

اب اس کفالت کے بعد حضرت مریم کے حجرہ میں جسے قرآن نے ''محراب'' کے نام سے موسوم کیا......صرف حضرت زکریا ہی داخل ہوتے تھے اور وہ جب بھی داخل ہوتے تو وہاں

عجیب منظر دیکھتے۔ قرآن نے اس منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ (آل عمران:٣٧)

''(حضرت) زکریا جب بھی (حضرت) مریم کے حجرہ میں داخل ہوتے تو اس کے ہاں کھانے پینے کی چیزیں موجود پاتے۔ اس پر وہ (مریم سے) پوچھتے: ''اے مریم! یہ (رزق) تجھے کہاں سے ملا؟'' وہ کہہ دیتیں: ''اللہ کی جناب سے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے عطا فرماتا ہے۔''

قارئین کرام! حضرت مریم کی والدہ محترمہ حسنہ جن کا ایک دوسرا نام ''حنۃ'' بھی مفسرین نے لکھا ہے اور ان کی قبر دمشق میں واقع ہے...... ان کی نیت کس قدر خالص تھی کہ اللہ نے اس نیت کو ایسا بھاگ لگایا کہ جو بیٹی عطا فرمائی اس کی ولایت کو اس طرح ظاہر فرمایا کہ حضرت مریم کو بے موسم کے پھلوں سے نواز دیا۔ یہ حضرت مریم کی کرامت تھی۔ نبی کا معجزہ ہو یا ولی کی کرامت سب اللہ کے اختیار میں ہے، اس اللہ نے اپنی عبادت گزار نوجوان بندی کو بے موسم کے پھلوں سے نواز کر اس کی عزت وکرامت میں اضافہ کر دیا...... اور مزید یہ مقام عطا فرمایا کہ:

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿٤٢﴾ (آل عمران:٤٢)

''یاد کرو وہ وقت جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا: ''اے مریم! بلاشبہ اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاکیزگی عطا فرمائی ہے اور تجھے تمام جہانوں کی عورتوں کے مقابلے میں (عیسیٰ کی پیدائش کے لیے) منتخب فرما لیا ہے۔''

میری بہنو! غور کرو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا مقام کس قدر بلند ہے کہ اللہ کے فرشتے انھیں

اونچے مقامات کی خوشخبریاں سنا رہے ہیں...... الغرض حضرت مریم کا مقام اس قدر اعلیٰ ہے کہ قرآن کے تیس پاروں میں ''الحمد'' سے لے کر ''والناس'' تک اللہ تعالیٰ نے بعض عورتوں کے فضائل کا تذکرہ تو کیا مگر سوائے حضرت مریم کے کسی کا نام نہیں لیا...... اور حضرت مریم کا نام قرآن مجید میں درج فرمایا تو دو تین بار نہیں بلکہ چونتیس (۳۴) مرتبہ مریم کا نام لیا...... اس سے حضرت مریم کی فضیلت وعظمت اور بزرگی کا اظہار ہوتا ہے۔

یہ بزرگی اور ولایت جو عبادت گزار حضرت مریم کو بیت المقدس کے حجرہ میں مل رہی تھی ...... فرشتوں نے اللہ کی طرف سے اس بزرگی کے ملنے پر مزید اللہ کا شکر ادا کرنے کی نصیحت کی اور کہا:

يَـٰمَرْيَمُ ٱقْنُتِى لِرَبِّكِ وَٱسْجُدِى وَٱرْكَعِى مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ ﴿٤٣﴾

(آل عمران:٤٣)

''اے مریم! اپنے رب کی فرمانبردار رہنا، سجدے کرتی رہا کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہنا۔''

یعنی بیت المقدس میں جب نماز کی جماعت ہو تو باجماعت نماز ادا کرتی رہنا۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

''جہاں تک آدمیوں کی بات ہے ان میں تو بہت سارے باکمال انسان ہوگزرے ہیں مگر عورتوں میں کوئی کامل نہیں ہوا سوائے مریم بنت عمران کے اور فرعون کی بیوی آسیہ کے۔''

اللہ! اللہ! حضرت مریم کے مقام اور کمالات کا کیا کہنا کہ خاتم الانبیاء ﷺ نے دو عورتوں کو کامل قرار دیتے ہوئے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذکر پہلے کیا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ایک اور پیدائشی فضیلت بھی ہے کہ جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ محترمہ نے کہا:

وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾ (آل عمران:٣٦)

''میں نے اس کا نام مریم رکھا۔(اے مولا!) میں اس (بچی) کو اور اس کی (ہونے والی) اولاد (عیسیٰ) کو دھتکارے ہوئے شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

چنانچہ اللہ کے رسول جناب محمد کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو وہ چلا کر رونے لگتا ہے، صرف مریم اور اس کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو شیطان نے نہیں چھوا۔'' (بخاری)

یعنی دونوں ماں بیٹا کس قدر باکمال اور صاحب فضائل ہیں کہ شیطان ان کے قریب بھی نہیں بھٹکا۔ حضرت مریم کی ایک اور فضیلت بھی ہے کہ قرآن میں ایک سورت ان کے نام پر ہے اور اس کا نام ''مریم'' ہے اور یہی وہ سورت ہے جس میں تفصیل کے ساتھ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ہاں بچے کی ولادت کا ذکر ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام

کنواری مریم علیہا السلام کے ہاں بچے کی پیدائش

فرشتے کی ہدایت کے مطابق حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور زیادہ عبادت و ریاضت اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوگئیں...... ایک دن اچانک کیا ہوا؟ سورۃ آل عمران میں اختصار کے ساتھ اور سورۃ مریم میں اللہ نے اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے...... حضرت مریم رضی اللہ عنہا جو اپنے حجرہ میں ذکر و فکر میں منہمک تھیں، آنکھ اٹھاتی ہیں تو کیا دیکھتی کہ سامنے ایک نو جوان کھڑا ہے۔

جوان اور کنواری مریم دیکھ کر گھبرا گئیں، انھیں اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کی فکر لاحق ہوگئی ، چنانچہ حضرت مریم اس نو جوان کو دیکھ کر اسے مخاطب کرتی ہیں اور کہتی ہیں:

قَالَتۡ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِٱلرَّحۡمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيّٗا ﴿١٨﴾ (مریم:۱۸)

''اگر تو کچھ بھی اللہ کا خوف رکھنے والا ہے تو میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں۔''

جی ہاں! حضرت مریم علیہا السلام نے بھر پور جوانی تک اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کی اور جب ایک نو جوان شخص ان کے سامنے آیا تو پھر اسے اپنی آبرو کی فکر پڑ گئی اور وہ اللہ کی پناہ میں آنے کی بات کرنے لگی اور اس نو جوان کو اللہ کا خوف دلانے لگی تو یہ عمل اللہ کو اس قدر پسند آیا، عزت کی غیرت وحمیت کا یہ جملہ اس قدر پیارا لگا کہ اللہ کریم نے حضرت مریم علیہا السلام کے اس کردار کا ذکر اپنی آخری کتاب قرآن کی اس سورت میں کیا جس کا نام ہی ''التحریم'' یعنی حرمتوں والی سورت ہے، حلال وحرام والی سورت ہے۔ اس سورت کا اختتام مولا کریم

نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ذکر سے یوں کیا:

وَمَرْيَمَ ٱبْنَتَ عِمْرَٰنَ ٱلَّتِىٓ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِۦ وَكَانَتْ مِنَ ٱلْقَٰنِتِينَ ﴿١٢﴾ (التحریم: ۱۲)

''عمران کی بیٹی مریم (کی مثال تمام مومنوں کے لیے ہے) کہ جس نے اپنی ناموس کی حفاظت کی، پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں روح (جان) پھونک دی۔ مریم اپنے رب کی باتوں اور کتابوں کو مانتی تھی اور وہ عبادت گزاروں میں سے تھی۔''

میری بہنو! حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اپنی عزت کی جو حفاظت کی اس کے لیے اللہ نے ''احصنت'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ یہ لفظ ''حصن'' سے ہے، جس کا معنی قلعہ ہے۔

یعنی جس طرح قلعہ کی اونچی، مضبوط اور چوڑی دیواروں کو کوئی پھلانگ کر اندر نہیں جا سکتا اسی طرح عورت کی عزت ایک قلعہ ہے، اسے بھی کوئی پھلانگ کر اندر نہیں جاسکتا...... اگر کوئی کوشش کرے گا تو تیروں کی بوچھاڑ ہو گی...... اس کے باوجود آگے بڑھے گا تو دست بدست لڑائی اور شہادت کا مرحلہ آئے گا...... یہی مثال عورت کی عزت کی ہے کہ وہ ایک قلعہ ہے۔ قلعہ کی دیوار کو پھلانگنا ...... ڈھانا آسان نہیں ہے...... جی ہاں! حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اپنی آبرو کو ایک قلعہ بنا کر محفوظ کیا...... اسی لیے اللہ نے ان کو اونچا اور اعلیٰ مقام عطا فرمایا۔

جی ہاں! جب عزت و حیا والی، اپنی عزت کو قلعہ بنا کر رکھنے والی مریم کے سامنے ایک نوجوان شخص ظاہر ہوا اور حضرت مریم علیہا السلام نے غیرت مندانہ جملہ بولا تو نوجوان نے دیکھا کہ جوان لڑکی اسے دیکھ کر گھبرا گئی ہے تو وہ فوراً بولا:

''مریم! میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، آیا اس لیے ہوں کہ میں اللہ کے قاصد کی حیثیت سے تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دے دوں۔''

حضرت مریم علیہا السلام کہنے لگی کہ لڑکا پیدا کیسے ہو گا؟ کوئی فرد بشر تو کبھی میرے قریب بھی نہیں پھٹکا، میں نے اپنی عصمت کی چار دیواری کو کبھی نہیں پھلانگا، عزت کی چادر کو کبھی داغدار نہیں ہونے دیا، سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایسا کیونکر ہو گا۔ فرشتے نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی باتیں سن کر جواب دیا کہ مریم! یہ تو ایسے ہی ہو گا اور ہو کر رہے گا، تیرے پروردگار کا فرمان ہے کہ یہ میرے لیے انتہائی آسان ہے...... اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ جس طرح چاہتا ہے اسی طرح پیدا فرما دیتا ہے اور جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر دیتا ہے تو پھر بس اتنی سی ہی تو بات ہوتی ہے کہ وہ ''کن'' کا لفظ کہتا ہے اور ہونے والا کام فوراً ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ ہم اس بچے کو پوری انسانیت کے لیے ایک نشانی بنائیں گے، یہ ہماری طرف سے رحمت ہو گا۔ یہ معاملہ طے شدہ ہے۔ مریم! یہ تو ہو کر رہے گا اور ہم یہ بھی بتلا دیں کہ:

۱۔ اس بچے کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہو گا۔

۲۔ دنیا میں عزت دار ہو گا۔

۳۔ آخرت میں اللہ کا مقرب ہو گا۔

۴۔ شیر خوار ہو کر ماں کی گود میں لوگوں سے باتیں کرے گا۔

۵۔ بڑی عمر میں بھی اسی طرح باتیں کرے گا...... یعنی تیس سال کی عمر میں تو وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے ...... جب دوبارہ زمین پر آئیں گے، شادی کریں گے، بچے ہوں گے، بڑی عمر پائیں گے تو آخری اور بڑی عمر میں بھی باوقار گفتگو کریں گے...... بوڑھوں کی طرح گفتگو میں لغزش نہیں دکھائیں گے۔

۶۔ یہ بچہ نیکو کاروں میں سے ہو گا۔

جناب والا! پھر کیا ہوا؟ جبریل امین علیہ السلام نے گریبان میں پھونک ماری اور حضرت مریم علیہا السلام کے بطن میں مستقبل کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام ایک بچے کی حیثیت سے پرورش پانے لگے۔

دنوں پہ دن اور ہفتوں پہ ہفتے گزرتے چلے گئے، حضرت مریم علیہا السلام کو اب فکر دامن گیر ہوئی کہ بچہ پیدا ہوا تو لوگ کیا کہیں گے؟ اس کی پاکدامنی پر، عزت وحرمت پر حرف آئے گا۔ چنانچہ فوری طور پر حضرت مریم علیہا السلام نے یہ کیا کہ وہ بیت المقدس سے چند کلومیٹر دور ایک ویرانے میں چلی گئیں۔ اس جگہ کا نام "بیت اللحم" ہے۔ بے موسم کے پھل تو انھیں پہلے بھی، ان کے حجرہ کے اندر بھی اللہ کی طرف سے مل جایا کرتے تھے، اب ویرانے میں بھی مل جایا کرتے ہوں گے۔ یہاں رہتے رہتے آخر وہ لمحہ بھی آ ہی گیا جسے زچگی کا لمحہ کہا جاتا ہے۔

ننھے مسیح کی پیدائش:

"بیت اللحم" کے ویرانے میں کہ جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے ڈیرے لگائے تھے، وہاں زچگی کی درد نے گھیرا ڈال دیا...... شوہر سے تو وہ ویسے ہی پاک تھیں، اب شہر سے بھی دور تھیں...... گھر سے بھی بعید...... رشتہ دار مردوں اور عورتوں سے دور...... اور جہاں ڈیرے لگائے ہوئے تھے یہاں کوئی اور انسان بھی موجود نہ تھا...... نہ ہسپتال، نہ لیڈی ڈاکٹر، نہ نرس، الغرض کچھ بھی نہ تھا...... حضرت مریم علیہا السلام کو ایسے حالات میں ایک اور تکلیف جو ان سب تکلیفوں سے بڑی تھی، وہ بھی ستائے جا رہی تھی اور وہ یہ تھی کہ ہونے والے بچے کو لے کر آخر مجھے قوم کے پاس جانا ہے، بیت المقدس میں واپس پہنچنا ہے۔ اس بچے کو گود میں اٹھائے لوگوں کو کیا جواب دوں گی؟...... ان گھبراہٹوں میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا اٹھیں اور ایک کھجور کے درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گئیں...... ان پریشانیوں میں مبتلا اکیلی مریم آخر کار گھبرا کر بول اٹھیں:

قَالَتْ يَٰلَيْتَنِى مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا ﴿٢٣﴾

(مریم:۲۳)

"اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو کر لوگوں کے ذہنوں سے مٹ گئی ہوتی۔"

حضرت مریم علیہا السلام جہاں بیٹھی تھیں وہ ٹیلا نما پہاڑی ڈھلوان تھی...... اس ڈھلوان کے

نیچے سے آواز آئی کہ

مریم! غم نہ کر، ذرا اپنے پاؤں کے نیچے نگاہ تو کر، تیرے پروردگار نے چشمہ جاری فرما دیا ہے اور تو جس کھجور کے تنے کے ساتھ بیٹھی ہے اسے ذرا ہلا، تیرے اوپر ترو تازہ پکی ہوئی کھجوریں گریں گی...... اب کھجوریں کھائے جا، پانی پیے جا، گود میں ننھے عیسیٰ کو دیکھتی جا اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیے جا...... تو واپس جانے سے گھبرا رہی ہے اور اپنے بارے میں مرنے اور بھولی بسری ہونے کی باتیں کر رہی ہے، تو واپس جا کسی انسان کو بھی تو دیکھے اور وہ بچے کے بارے میں پوچھے کہ یہ کہاں سے آیا؟ تو جواب دینے کی ضرورت نہیں، بس اسے اتنا سا کہہ دے کہ میں نے تو اپنے رب رحمان کے لیے چپ کے روزے کی نذر مان رکھی ہے، لہٰذا میں تو آج کسی سے بھول کر بھی بات نہیں کروں گی۔

جی ہاں! پہلی شریعتوں میں چپ کا روزہ جائز تھا، آج یہ ناجائز ہے۔ تو جب یہ جائز تھا، اللہ نے رکھنے کا حکم دیا، حضرت مریم علیہا السلام نے ایسا ہی کیا اور اپنے ننھے مسیح کو گود میں اٹھائے وہ بیت المقدس میں اپنے لوگوں کے پاس آگئیں۔

کئی دنوں کی غیر حاضری کے بعد جب لوگوں نے حضرت مریم کی گود میں بچہ دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ

اے مریم! جسے گود میں اٹھائے تو نمودار ہوئی ہے یہ تو بہتان ہے، بہتان۔ اے مریم! یہ تو نے کیا کر دیا۔ تیرا باپ بھی برا نہ تھا، تیری ماں بھی ایسی ویسی نہ تھی اور اپنے بھائی ہارون کو دیکھ، وہ بھی نیک آدمی ہے۔ مگر تو نے یہ کیا کر دیا۔ حضرت مریم علیہا السلام جو چپ تھیں، انھوں نے یہ باتیں سن کر اپنی گود اٹھائے ہوئے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا ہم اس سے کیا بات کریں جو گود میں شیر خوار بچہ ہے؟

بچہ بولنے لگ گیا، بچہ کہہ رہا تھا میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے، مجھے نبوت کے مقام پر سرفراز فرما دیا ہے، میں جہاں بھی رہوں مجھے با برکت بنا دیا ہے۔ میں جب تک زندہ رہوں، مجھے نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وصیت فرما دی ہے۔

اپنی ماں کا خدمت گزار بننے کا حکم دیا ہے۔ میرے رب نے مجھے جابر اور بدبخت نہیں بنایا...... میں جس دن پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور قیامت کو جس دن اٹھایا جاؤں گا ان سارے مواقع پر میرے رب نے مجھ پر سلامتیاں ہی سلامتیاں کر دی ہیں۔

اللہ! اللہ! لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اللہ نے اپنی بندی کو پوری قوم کے سامنے معزز کر دیا، پریشانی کو دور کر دیا اور لوگوں کو باور کرا دیا کہ تمھاری انگلیاں اور نگاہیں بچے کی طرف اٹھ کر اور دیکھ کر زبانیں جو بول رہی ہیں وہ بند ہو جانی چاہییں کہ یہ بچہ تو اللہ کا نبی ہے۔ جس طرح اس کا بولنا اللہ کی نشانی ہے اسی طرح اس کا پیدا ہونا اور بغیر باپ کے پیدا ہونا بھی اللہ کی نشانی ہے لہٰذا حضرت مریم علیہا السلام کنواری ہی ہے، اللہ کی پاکباز بندی ہے اور اللہ کے ہاں بڑا بلند مقام رکھتی ہے۔ بلند مقام کا اندازہ تو لگاؤ کہ حضرت مریم علیہا السلام کو فرشتے آوازیں دے رہے ہیں، باوجود زچگی کی حالت کے کھجور کے تنے کو ہلانے کی عرش والا رب ہمت دے رہا ہے، پھر درخت پر سے کھجوریں نہ ہونے کے باوجود پختہ اور تازہ کھجوریں گر رہی ہیں۔ پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔ یہ ساری کرامتیں اللہ کریم اپنی بندی کے ہاتھوں سے ظاہر فرما رہے ہیں۔ پھر جناب والا! گود میں جو بچہ اٹھایا ہوا ہے وہ گفتگو کر رہا ہے ...... الغرض حضرت مریم علیہا السلام کی کرامتوں کا عجب نظارہ ہے، ولایت کی بلندیوں کا عظیم الشان منظر ہے جو رب کریم دکھلا رہا ہے اور ثابت کر رہا ہے کہ یہ میری مومن بندی ہے، میں نے اسے خوب خوب نوازا ہے اور اعلیٰ مقام دے کر سارے جہان کی عورتوں میں سے منتخب فرمایا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی ولایت اور پیروکار:

پنجاب کے ضلع شیخوپورہ میں فاروق آباد ایک شہر ہے۔ اس شہر کے نواح میں کچھ عرصہ سے ایک بستی آباد ہوئی ہے جس کا نام ''مریم آباد'' رکھا گیا ہے۔ ہر سال یہاں میلا منعقد کیا جاتا ہے، پاکستان بھر سے عیسائیوں کے قافلے اس میلے میں شرکت کرتے ہیں۔

اس میلا میں مجھے بھی جانے کا اتفاق ہوا...... وہاں قوالیاں بھی تھیں، ڈھول کی تھاپ پر

رقص بھی تھا، موسیقی کا پروگرام بھی تھا، امریکہ اور یورپ کے بعض گورے پادری بھی یہاں موجود تھے ...... میں یہ سارے مناظر دیکھنے کے بعد ایک بڑے میدان میں گیا۔ وہاں ایک جگہ حضرت مریم علیہا السلام کا بہت بڑا بت بنایا ہوا تھا، لوگ اس کی زیارت کر رہے تھے۔ منتیں، نذریں، نیازیں ہو رہی تھیں اور سجدے کیے جا رہے تھے ...... میں نے یہاں کے منتظمین سے ملاقات کر کے پوچھا کہ یہاں حضرت مریم علیہا السلام کے میلے منعقد کرنے کا سبب کیا ہے؟ حضرت مریم علیہا السلام کا اس جگہ سے کیا تعلق ہے؟ تو انھوں نے بتلایا کہ یہاں ہمارے ایک بزرگ اور ولی پادری نے دیکھا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے یہاں جھلک دکھائی ہے، لہٰذا ان کے نام پر یہاں یادگار بنا کر میلا لگایا جاتا ہے اور لوگ روحانی فیض حاصل کرتے ہیں کیونکہ یہ مقام بابرکت بن گیا ہے۔

اس میلے کی کامیابی اور پیسے کی فراوانی کو دیکھ کر اوکاڑہ کے قریب جی ٹی روڈ پر بھی ایک عیسائی نے ایسا ہی مرکز بنایا ہے لیکن وہاں فی الحال کام شروع نہیں ہوسکا۔ الغرض حضرت مریم علیہا السلام کی کرامات کو دیکھ کر ان کے ماننے والے عیسائیوں نے دونوں ماں بیٹا کی عبادت شروع کر دی...... پوجا اور عبادت والے اعمال کی دلیل ان کے پاس یہی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی ولایت دیکھو، ان کی کرامات دیکھو اور بیٹے کے معجزات دیکھو! لہٰذا حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں کیونکہ ان کا باپ کوئی انسان نہیں لہٰذا خدا ان کا باپ ہے اور حضرت مریم علیہا السلام کی کرامات بے شمار ہیں، اس وجہ سے ہم ان سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ وہ زندہ ہیں اور مختلف جگہوں پر جھلکیاں دکھلا جاتے ہیں۔

جب اس طرح کے عقیدے عیسائیوں میں شروع ہوئے جو اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے صدیوں پہلے شروع ہو چکے تھے اور آج تک جاری ہیں تو اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے عقیدوں کو درست کرنے کے لیے ایسا انداز اپنایا جس سے گمراہ لوگوں کو پتا چلے کہ وہ جس قدر بھی شان والے لوگ تھے بہرحال انسان تھے، وہ مشکل کشا اور حاجت روا نہیں تھے...... مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے بارے میں

فرمایا:

مَّا ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ ٱلطَّعَامَ ۗ ٱنظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ ٱلْـَٔايَـٰتِ ثُمَّ ٱنظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾ قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾ (المائدة: ۷۵ - ۷۶)

''مریم کا بیٹا مسیح سوائے رسول ہونے کے کچھ نہ تھا، اس سے پہلے بھی کئی رسول ہو گزرے۔ اس کی ماں سچی تھی۔ دونوں ہی کھانا کھاتے تھے۔ ذرا دیکھ تو سہی ہم ان (عیسائیوں) کے لیے کیسے کیسے دلائل پیش کرتے ہیں، پھر یہ بھی دیکھ کہ یہ لوگ کہاں سے بہکائے جاتے ہیں۔ کہہ دو کیا تم اللہ کے علاوہ ان لوگوں کی عبادت کرتے ہو جو تمھیں نہ نقصان پہنچانے کی ہمت رکھتے ہیں اور نہ فائدہ دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ ہی سننے جاننے والا ہے۔''

قارئین کرام! یہاں غور کیجیے! اللہ تعالیٰ کا انداز کس قدر پر جلال ہے، مولا کریم غضب ناک نظر آتے ہیں کیونکہ مولا کریم کی ایک بندی اور اس بندی کے بیٹے کو لوگوں نے مشکل کشا اور حاجت روا بنا لیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ واضح کرتے ہیں کہ:

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مریم کا بیٹا محض ایک رسول ہے، رسول ہونے کی وجہ سے ہی اسے معجزات دیے گئے ہیں اور یہ دوسرے رسولوں کو بھی دیے گئے اور ان جیسے کئی رسول ہو گزرے، یہ بھی گزر گئے اور جو گزر جائے وہ مشکل کشا اور حاجت روا نہیں ہوا کرتا۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان کی ماں بھی تھی لہٰذا جس کی ماں ہو وہ بھی مشکل کشا نہیں ہوا کرتا...... کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ماں کے پیٹ میں اسی طرح رہنا پڑا جس طرح ہر انسان ماں کے پیٹ میں وقت گزارتا ہے۔ پھر جناب عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو زچگی کی

درد اسی طرح شروع ہوئی جیسی ہر عورت کو ہوتی ہے، لہٰذا ایسے ماں بیٹا جو اپنی بنیادی فطرت کے اعتبار سے انسان تھے وہ مشکل کشا اور حاجت روا کس طرح ہو گئے؟

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ دونوں ماں بیٹا اپنی زندگی کو بچانے کے لیے کھانا کھاتے تھے۔ ماں روٹی پکاتی تھی، بیٹا کھاتا تھا۔ جی ہاں! کھانے کے بعد باقی آلائشیں جو ایک انسان کا مقدر ہیں وہ ان ماں بیٹا کا بھی مقدر تھیں لہٰذا وہ بغیر اسباب کے مصیبتوں میں کام آنے والے کیسے بن گئے؟

لوگو! آخر پر اللہ نے بات واضح کر دی ہے کہ میرے مصطفیٰ ﷺ! کہہ دو اے عیسائیو! تم اللہ کے علاوہ ایسے لوگوں کی (پیغمبروں، ولیوں) کی عبادت کرتے ہو جو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں...... لہٰذا انسان چاہے جس قدر بھی اعلیٰ مقام کا حامل ہو اس کی عبادت مت کرو، اس کے سامنے فریادیں مت کرو...... یہ ہے وہ سبق جو اللہ کریم دے رہے ہیں۔

قارئین کرام! اللہ کے غضب کا ایک اور انداز ملاحظہ ہو:

لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَن يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾ (المائدة:۱۷)

”یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جنھوں نے کہا کہ مریم کا بیٹا ہی اللہ ہے۔ میرے نبی ان سے پوچھیے کہ اگر اللہ تعالیٰ مریم کے بیٹے مسیح، اس کی والدہ اور جو سارے لوگ زمین پر ہیں...... انھیں ہلاک کر دینے کا فیصلہ کرے تو کس کی مجال ہے کہ وہ اللہ کو اس کے ارادہ سے روک دے؟ اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی

ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔ وہ جیسے چاہے پیدا کرتا ہے۔ اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

اللہ اکبر! رب ذوالجلال کا انداز کس قدر اہل شرک کے طرز عمل پر غضب والا ہے کہ ارے ظالمو! اس اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا تو اس کی وجہ سے تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت پر لگ گئے۔ یاد رکھو! وہ چاہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ اور زمین پر بسنے والے وہ تمام پیغمبر اور اولیائے کرام جنھیں تم اپنا حاجت روا اور مشکل کشا بنا کر پوجنا شروع کر دیتے ہو......سب کو ہلاک کر دے، پھر کس کے سامنے اپنی فریادیں لے کر جاؤ گے؟

میری بہنو! وہ لوگ جو نبیوں کے معجزات اور ولیوں کی کرامات دیکھ کر انھیں مشکل کشا اور حاجت روا قرار دینے لگ جاتے ہیں انھیں غور کرنا چاہیے کہ ان کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے بارے میں بھی سخت انداز اپناتے ہیں تاکہ شرک کرنے والوں کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان پیارے پیغمبروں اور ولیوں کی باتیں ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے...... یہ دیکھیے! قیامت کے دن کا منظر...... اللہ تعالیٰ وہاں کس طرح ان دونوں ماں بیٹا کو مخاطب کریں گے؟ جی ہاں! اول تا آخر تمام انسانوں کے سامنے۔

محشر کا میدان لگا ہے، دونوں ماں بیٹا کو ان کے معجزات اور کرامات کی وجہ سے مشکل کشا اور حاجت روا ماننے والے موجود ہیں، باقی ساری انسانیت بھی حاضر ہے، جنات بھی ہوشیار باش، فرشتے بھی صف بستہ حالت قیام میں ہیں۔

اچانک اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو......"اے عیسیٰ ابن مریم!" کہہ کر مخاطب کریں گے اور اپنے احسانات جتلاتے ہوئے فرمائیں گے:

۱۔ میری نعمت کو یاد کر جو میں نے تجھ پر کی ...... تیری والدہ پر کی۔

۲۔ یاد کر...... جب میں نے جبریل کے ساتھ تجھے قوت دی۔

۳۔ یاد کر جب تو اپنی ماں کی گود میں لوگوں سے کلام کرتا تھا۔

۴۔ بڑی عمر میں بھی گفتگو کرتا تھا۔

۵۔ یاد کر...... جب میں نے تجھے کتاب وحکمت اور تورات و انجیل کی تعلیم سے آراستہ کیا۔

۶۔ یاد کر...... جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی مورت بناتا تھا پھر اس میں پھونکتا تھا تو میرے حکم سے وہ اڑنے لگ جاتا تھا۔

۷۔ تو مادر زاد اندھے کو میرے حکم کے ساتھ ٹھیک کر دیتا تھا۔

۸۔ جزام (کوڑھ) کے مریض کو میرے حکم کے ساتھ تندرست کر دیتا تھا۔

۹۔ میرے حکم سے تو مردے کو (قبر سے نکال کر) زندہ کر دیتا تھا۔

۱۰۔ میرا وہ احسان بھی یاد کر جب تو دلائل لے کر یہودیوں کے پاس آیا اور وہ تجھے نقصان پہنچانے لگے تو ان کے ہاتھوں کو میں نے تیرے تک پہنچنے سے روک لیا۔

۱۱۔ ایسے حالات میں...... میں نے حواریوں کی طرف اشارہ کیا کہ میرے ساتھ اور میرے رسول (عیسیٰ) پر ایمان لے آؤ تو وہ ایمان لے آئے اور تیرے ساتھی بن گئے۔

قارئین کرام! سورۃ المائدہ کے آخر پر یہ ہیں وہ احسانات جو مولا کریم قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یاد کروائیں گے۔ ہم نے ان احسانات کو المائدہ آیات کی ترجمانی کرتے ہوئے آپ کے سامنے رکھا ہے ...... اس کے بعد اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے مزید مخاطب ہو کر پوچھیں گے:

وَإِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِى وَأُمِّىَ إِلَـٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَـٰنَكَ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِى بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُۥ فَقَدْ عَلِمْتَهُۥ ۚ تَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِى وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّـٰمُ ٱلْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِى بِهِۦٓ أَنِ

اَعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

''اور جب اللہ نے کہا: ''اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے ان لوگوں (عیسائی بن جانے والوں) سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ الٰہ (مشکل کشا، حاجت روا، فریاد رس وغیرہ) بنا لو؟'' عیسیٰ (علیہ السلام) عرض کریں گے: ''جناب کی ذات بالا بہت بلند اور پاکیزہ ہے، میرے لیے کیسے لائق ہے ایسی بات کہ جس کے کہنے کا مجھے حق ہی نہیں ...... میرے مولا! اگر میں نے ایسی کوئی بات کہنے کی جسارت کی ہوتی تو آپ کے علم میں ہوتی، اس لیے کہ جو کچھ میرے دل میں ہے اسے تو آپ جانتے ہیں اور جو کچھ آپ کے جی میں ہے مجھ کو اس کی خبر نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اے مولا کریم! آپ ہی غیبوں (چھپی باتوں) کو خوب جاننے والے ہیں۔ (مزید عرض گزار ہوں، میرے مولا جی!) میں نے تو انھیں وہی کچھ کہا جو آپ نے مجھے حکم فرمایا تھا، (اور وہ حکم یہی تھا) کہ اللہ ہی کی عبادت (دعا، پکار، سجدہ، رکوع وغیرہ) کرو، وہ میرا بھی پالنہار ہے اور تمھارا بھی پروردگار ہے اور (مزید عرض یہ ہے کہ) میں جب تک ان میں موجود رہا ان (کے حالات) خبر رکھتا رہا، لیکن جب آپ نے مجھے اپنے پاس اٹھا لیا تو پھر آپ ہی ان پر نگران تھے (میں تو موجود ہی نہ تھا) اور آپ ہی ہر شے پر حاضر ہیں۔''

قارئین کرام! غور کیجیے! آج جو عیسائی لوگ اپنے میلے سنوارنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی زیارت گاہیں بناتے پھر رہے ہیں اور کہتے پھر رہے ہیں کہ یہاں وہ جھلک دکھلا کر گئے ہیں تو یہ صاف جھوٹ ہے، اپنے پیٹ کا دھندا کرنے کا بہانہ ہے اور لوگوں کے عقیدوں کی بربادی ہے۔

اے میری بہنو! غور کرو! آج ہم مسلمانوں میں بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ولیوں

کے بارے میں ایسے ہی دعوے کر کے زیارت گاہیں بناتے ہیں اور پھر نذر و نیاز اکٹھی کر کے اپنی دنیا بناتے ہیں۔ میں نے بلوچستان کے ایک دور دراز علاقہ میں ایسی ایک زیارت گاہ دیکھی اور وہاں لکھا ہوا تھا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ یہاں ایک بار ظاہر ہوئے تھے ...... اللہ کی قسم! یہ سب عیسائیوں سے لی گئی وہ عادتیں ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو قیامت کے دن تردید فرمائیں گے اور خود سرخرو ہو جائیں گے جبکہ اپنے آپ کو عیسائی کہلانے والے جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔

اللہ کو معلوم تھا کہ میرے آخری رسول کی امت کے کچھ لوگ بھی ایسی ہی حرکتیں کریں گے، چنانچہ اللہ نے اپنے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اس عقیدے کی جڑ کاٹ ڈالی کہ کوئی شخص اس دنیا میں آنے سے پہلے یا دنیا سے جانے کے بعد روحانی طور پر جھلکیں دکھلا سکتا ہے، کسی جگہ کسی اپنے مقرب پر ظاہر ہو کر غائب ہو سکتا ہے۔ فرمایا:

ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٤﴾

(آل عمران:٤٤)

"(میرے مصطفیٰ!) یہ (مریم اور عیسیٰ کے واقعات) غیب کی خبروں میں سے چند خبریں ہیں جنھیں ہم تیری طرف وحی کر رہے ہیں وگرنہ تو ان (بیت المقدس کے عبادت گزاروں) کے پاس نہ تھا جب وہ (ندی میں) اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کا کفیل ہو گا اور نہ تو ہی اس لمحہ بھی ان کے پاس تھا جب وہ (اس مسئلہ کفالت پر) باہم جھگڑا کر رہے تھے۔"

میری بہنو! حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ محترمہ حضرت حسنہ جو حضرت عمران کی بیوی تھیں ...... خود حضرت مریم علیہا السلام ...... اور حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے جناب عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ میں ان سب کی عظمتوں اور بلند مرتبوں کا پتا تو چلتا ہے اور ان کے مقامات بلند کی وجہ سے ہمارے دلوں میں ان کی بے پناہ محبت بھی موجزن ہے مگر ساتھ یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کسی

پیغمبر کو اس کے معجزات کی وجہ سے اور کسی ولی کو اس کی کرامات کی وجہ سے اللہ کی ذات میں اور اس کی صفات میں شریک کار نہیں بنانا...... وگرنہ آخرت تباہ ہو جائے گی۔

❁❁❁

حضرت جریج رحمہ اللہ

ماں کی بددعا صوفی بیٹے حضرت جریج رحمہ اللہ کو لے بیٹھی

بنو اسرائیل میں ایک بہت بڑا راہب یعنی صوفی گزرا ہے۔ اس کا نام جریج رحمہ اللہ تھا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صحیح بخاری اور مسلم میں اس کا واقعہ نقل ہوا ہے...... اس واقعہ کے مطابق بنو اسرائیل کے اس نیک نوجوان صوفی نے بستی سے باہر ایک حجرہ بنا رکھا تھا۔ اس میں وہ اللہ کی عبادت میں ہمہ وقت مشغول رہتا۔ ایک دن اس کی والدہ اسے ملنے کے لیے آئی اور باہر سے ہی بیٹے کو آواز دی۔ بیٹا نماز پڑھ رہا تھا۔ جریج رحمہ اللہ نے دل میں کہا کہ والدہ کا جواب دوں یا نماز پڑھتا رہوں؟ اور پھر وہ نماز میں مشغول رہا۔ دوسرے دن پھر والدہ ملنے کو آئی تو اب بھی جریج رحمہ اللہ نماز پڑھ رہا تھا۔ ماں نے آواز دی اور بیٹا دل میں کہنے لگا کہ اے اللہ! وہ میری ماں ہے جو آواز دے رہی ہے اور یہ میری نماز ہے، اب کیا کروں؟ اور پھر وہ نماز ہی پڑھتا رہا اور ماں انتظار کر کے آخر کار چلی گئی۔ تیسرے دن ماں آئی تو پھر اسی طرح ہوا کہ جریج رحمہ اللہ نماز پڑھتا رہا...... اس پر ماں کو غصہ آیا اور وہ بد دعا دینے لگی۔ اس نے کہا!

"اے اللہ! اس (صوفی) کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ بدکار عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے۔"

ماں کی دعا اللہ کے دربار میں قبول ہو گئی، اس لیے کہ وہ تو ماں کی ممتا تھی، وہ اپنے بیٹے کو دیکھنے، ملاقات کرنے اور باتیں کرنے کے لیے آئی تھی تا کہ بیٹے کو دیکھ کر اس کا سینہ ٹھنڈا ہو لیکن بیٹا جو نفلی نماز میں منہمک تھا وہ نماز ہی پڑھتا رہا، اسے لمبا کرتا رہا مگر ماں کو اس

کا حق نہ دے سکا لہٰذا ماں کے منہ سے بددعا نکل گئی۔ اب ہوا یہ کہ

بنو اسرائیل کہ جن کے اندر حضرت جریج رحمہ اللہ کی عبادت، ریاضت اور ذکر الٰہی کی شہرت تھی اور ان کے اندر جریج رحمہ اللہ کا ذکر و تذکرہ چلتا رہتا تھا...... انہی کے ایک گروہ میں ایک بدکار عورت آئی جو بڑی حسین تھی اور اس کا حسن بھی معروف ومشہور تھا۔ وہ کہنے لگی تم جریج رحمہ اللہ کی بڑی باتیں کرتے ہو، اس کی عبادت اور تقویٰ کا بہت چرچا کرتے ہو اگر وہ مجھے دیکھ لے تو سب کچھ بھول کر میرا ہو جائے اور اگر تم تجربہ کرنا چاہتے ہو تو میں اسے اپنے حسن کا قیدی بنا کر دکھاتی ہوں ...... اور یوں بھی مذکور ہے کہ بعض لوگوں نے باقاعدہ اس کا پروگرام بنایا اور وہ حسینہ اس پروگرام کے مطابق جریج رحمہ اللہ کے پاس گئی اور اس کے سامنے جا کر اسے ہر ناز و نخرہ دکھلانے لگی، اپنے حسن کی کمندیں اس پر ڈالنے لگی، بدکاری کی طرف جریج رحمہ اللہ کو راغب کرنے لگی مگر جریج نے انکار کر دیا اور اس کے فتنے سے محفوظ رہے۔

قارئین کرام! حضرت جریج رحمہ اللہ فتنے سے تو بچ گئے مگر ماں کی دعا قبول ہو گئی کہ ایک بدکردار کا چہرہ حضرت جریج رحمہ اللہ کو دیکھنا پڑ گیا۔ جی ہاں! اسی پر بس نہیں بلکہ جناب جریج رحمہ اللہ کو ابھی تو ایک بار اور اس حسینہ عالم کے حسین مگر بدکردار چہرے کو دیکھنا ہے اور اس کی نحوست کے منحوس لمحات کا بھی نظارہ کرنا ہے...... اس بدکارہ نے جریج رحمہ اللہ کی بے رغبتی کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا، اپنی توہین گردانا، اپنے حسن کو بے عزت ہوتا ہوا محسوس کیا لہٰذا جھوٹی اور شیطانی عزت کے چکر میں اب اس نے ایک اور کھیل کھیلنے کا فیصلہ کیا۔

بکریوں کا ایک چرواہا جو جریج رحمہ اللہ کے پاس آیا کرتا تھا، یہ عورت اس چرواہے کے پاس چلی گئی، وہ بکریاں چرا رہا تھا، جنگل میں اکیلا تھا اور وہاں یہ حسینہ عالم اس کے پاس جا پہنچی۔ اس کو پھنسا لیا، بدکاری پر اسے راضی کر لیا...... دنوں پہ دن...... ہفتوں پہ ہفتے اور مہینوں پہ مہینے گزر گئے، آخر اس کنواری بدکارہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی قوم نے پوچھا یہ کہاں سے اور کیسے آ گیا تو اس نے جریج رحمہ اللہ کا نام لے دیا۔

اب اس کی قوم کے لوگ آگے بڑھے، ان کا جم غفیر جریج رحمہ اللہ کی کٹیا کی طرف چلنے

لگا۔ وہ حجرہ نما کٹیا ذرا بلند جگہ تھی۔ لوگوں نے اس پر دھاوا بول دیا۔ کٹیا کو ڈھا دیا اور جریج رحمہ اللہ کو مارتے پیٹتے نیچے لے آئے۔ جتنے منہ اتنی باتیں...... دیکھو! یہ ہے صوفی اور اس کے کام دیکھو۔ آخران کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا تو جریج رحمہ اللہ نے پوچھا مجھے یہ تو بتلاؤ کہ میرا جرم کیا ہے؟ جس کی وجہ سے تم لوگوں نے میری کٹیا ڈھا دی اور مار مار کر برا حال کر دیا...... انھوں نے کہا تو نے فلاں حسینہ سے بدکاری نہیں کی؟ اس کے ہاں تیرا بچہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ جریج رحمہ اللہ نے کہا مجھے اس کے پاس لے چلو۔ وہاں پہنچے تو جریج رحمہ اللہ نے کہا۔ مجھے تھوڑی سی مہلت دو میں نماز پڑھ لوں۔ انھوں نے مہلت دے دی۔ اب سارے لوگ دیکھ رہے ہیں، جریج رحمہ اللہ نے وضو کیا۔ پھر نماز پڑھی اور اس کے بعد پلٹ کر بچے کی طرف آیا۔ لامحالہ بچہ ماں کی گود میں تھا۔ اب پھر جریج رحمہ اللہ کو بدکار عورت کا چہرہ دیکھنا پڑا...... وہ پاس آئے، بچے کے پیٹ پر کچوکا لگایا اور بچے کو مخاطب کر کے کہا: ''تیرا باپ کون ہے؟'' بچہ بول پڑا اور کہنے لگا: ''فلاں چرواہا میرا باپ ہے۔'' بس بچے کا بولنا تھا کہ لوگ جریج رحمہ اللہ پر محبت وعقیدت سے ٹوٹ پڑے، کوئی اسے چوم رہا تھا اور کوئی اپنا ہاتھ اس کے جسم سے لگا رہا تھا...... اب لوگ جریج رحمہ اللہ سے معذرتیں کر رہے تھے، معافیاں چاہ رہے تھے اور عرض کر رہے تھے کہ جناب والا! ہم آپ کا حجرہ سونے کا بنا دیتے ہیں۔ جناب جریج رحمہ اللہ نے کہا سونے کا نہیں چاہیے مٹی ہی کا بنا دو، جیسا تھا بس ویسا ہی بنا دو۔ لہٰذا لوگوں نے مٹی کا حجرہ بنا دیا۔

نوجوانو! سبق یہ ملا کہ جریج رحمہ اللہ بے شک بڑا نیک اور عبادت گزار تھا مگر اس نے بحیثیت ایک بیٹے کے ماں کا جو حق ادا نہ کیا، اللہ نے اسے اس کی سزا دی اور اسے باور کرایا کہ میں تیری عبادت سے خوش تبھی ہوں گا جب تو حق والوں کے حق بھی ادا کرے گا۔ تجھے نہیں بھولنا چاہیے کہ تو کسی کا بیٹا ہے اور تو جس کا بیٹا ہے وہ تیری ماں ہے...... مامتا کا جذبہ میں نے ہی پیدا کیا ہے لہٰذا تو اس جذبے کو کچل کر چاہے کہ میرا محبوب بن جائے تو یہ مشکل ہے۔ تو بے شک میرا پیارا بندہ ہے مگر تیری ماں کی برحق فریاد کو سننا بھی میرے ذمہ ہے۔

یہ تو جریج رحمہ اللہ کی قسمت اچھی تھی کہ ماں کے منہ سے صرف اسی قدر نکلا کہ "تو بدکار عورت کا جب تک چہرہ نہ دیکھے تجھے موت نہ آئے" اگر وہ یہ کہہ دیتی کہ "جب تک تو بدکار عورت کے ساتھ ملوث نہ ہو تجھے موت نہ آئے" تو پھر کیا بنتا۔ جریج رحمہ اللہ کی ولایت کہاں جاتی؟ یقیناً مٹی میں مل جاتی۔ لہٰذا ماں بہت بڑی ولیہ ہے، ماں کی خدمت ایسے کرنی چاہیے کہ اس کی دعائیں لی جائیں نا کہ بددعائیں۔

❀❀❀

شیر خوار بچے نے بول کر پاکدامنی کا اعلان کر دیا

مومن عورت کو مارا پیٹا جارہا تھا کہ شیر خوار بچے بول کر اس کی پاکدامنی کا اعلان کر دیا۔

بخاری اور مسلم میں ہی اللہ کے نبی ﷺ سے ایک اور واقعہ منقول ہے، اس واقعہ کے مطابق بنو اسرائیل کی ایک عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو اپنا دودھ پلا رہی تھی ...... قریب سے ایک سوار گزرا جو بڑا عزت دار لگ رہا تھا، خوش پوش تھا، خوب ٹھاٹھ باٹھ تھی ...... یہ عورت اسے دیکھتے ہی اپنے رب سے دعا کرنے لگی: ''اے اللہ! میرے بچے کو بھی اس جیسا بنا دے۔'' بچے نے جو اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا، پستان کو چھوڑا اور گفتگو کرنے لگ گیا۔ وہ اپنے اللہ سے کہنے لگا: ''اے اللہ! مجھے اس شخص جیسا نہ بنانا۔'' یہ جملہ کہنے کے بعد وہ دوبارہ اپنی ماں کا دودھ پینے لگ گیا...... اسی عورت کے سامنے دوسرا منظر اس طرح بپا ہوا کہ اس کے قریب سے لوگ اپنی ایک لونڈی کو مار پیٹ کر لے جا رہے تھے کہ بچے کی ماں نے جب اسے کسمپرسی کی حالت میں مار کھاتے دیکھا تو کہا: ''اے اللہ! میرے بیٹے کو اس طرح کا نہ بنانا۔'' بچے نے دوبارہ ماں کا دودھ چھوڑا اور کہنے لگا: ''اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنانا۔'' ماں نے اپنے شیرخوار بولتے ہوئے بچے سے پوچھا: ''تو ایسا کیوں کہہ رہا ہے؟'' بچے نے اپنی ماں کو بتلایا: ''وہ جو سوار شخص تھا وہ ظالموں میں سے ایک ظالم شخص تھا...... اور جہاں تک اس لونڈی کا تعلق ہے جسے اس کے مالک مار رہے تھے، وہ اسے کہہ رہے تھے کہ تم نے چوری کی اور بدکاری کی حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔''

میری بہنو! اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی ...... اور یہ کہ بعض اوقات ظاہر میں جو کچھ نظر آتا ہے باطن میں معاملہ بالکل اس سے مختلف ہوتا ہے۔

❀❀❀

باب دوم

رسول کریم ﷺ کی بیویاں ......مومنوں کی مائیں

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عزت و آبرو کے حق میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور نازل فرمادی۔
- اللہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے نبی کے ساتھ عرش پر کیا۔
- اللہ کے حضور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی اور محمد کریم ﷺ جیسے افضل ترین شوہر مل گئے۔
- حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری گود میں آ گرا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
زوجہ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عزت و آبرو کے حق میں

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور نازل فرمادی۔

مومنوں کی ماں جناب رسول کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقوں نے بہتان باندھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں سورۂ نور نازل فرمادی پر بہتان کے واقعہ کی تفصیل مومنوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود تفصیل سے بیان فرمائی...... ہم نے اس واقعہ کو سورۂ نور کی تفسیر میں مولانا عبدالرحمان کیلانی رحمہ اللہ کی ''تیسیر القرآن'' سے لیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے!

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ جب آپ سفر پر جاتے تو اپنی بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے۔ قرعہ میں جس بی بی کے نام قرعہ نکلتا اسے آپ ﷺ ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک غزوہ (بنی مصطلق) میں قرعہ ڈالا جو میرے نام نکلا۔ پس میں آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوگئی اور یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ میں ایک ہودج میں سوار رہتی اور جب اترتی تو ہودج سمیت اتارلی جاتی۔ ہم اس طرح سفر کرتے رہے، جب آپ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور سفر سے لوٹے تو ہم لوگ مدینہ کے نزدیک آن پہنچے۔ ایک رات کوچ کا حکم ہوا، یہ حکم سن کر میں اٹھی اور پیدل چل کر لشکر سے پار نکل گئی۔ جب حاجت سے فارغ ہوئی تو لشکر کی طرف آنے لگی تو مجھے معلوم ہوا کہ ظفار کے نگینوں کا ہار (جو میرے گلے میں تھا) ٹوٹ کر گر چکا ہے۔ میں اسے ڈھونڈنے لگی اور اسے ڈھونڈنے میں دیر لگ گئی۔ اتنے میں وہ لوگ جو میرا ہودج اٹھا کر اونٹ پر لادا کرتے تھے انھوں نے ہودج اٹھایا اور میرے اونٹ پر لاد دیا۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں

ہودج میں موجود ہوں کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، پر گوشت اور بھاری بھرکم نہ ہوتی تھیں اور تھوڑا سا کھانا کھایا کرتی تھیں۔ لہٰذا ان لوگوں نے جب ہودج اٹھایا تو اس کے ہلکے پن کا کوئی خیال نہ آیا۔ علاوہ ازیں میں ان دنوں ایک کمسن لڑکی تھی۔ خیر وہ ہودج اونٹ پر لاد کر چل دیے۔

لشکر کے روانہ ہونے کے بعد میرا ہار (جو اونٹ کے نیچے آ گیا تھا) مجھے مل گیا میں اسی ٹھکانے کی طرف چلی گئی جہاں رات کو اترے تھے، دیکھا تو وہاں نہ کوئی پکارنے والا ہے اور نہ جواب دینے والا (سب جا چکے ہیں) میں نے ارادہ کیا کہ اپنے ٹھکانے پر چلی جاؤں۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ جب وہ لوگ مجھے نہ پائیں گے تو اسی جگہ تلاش کرنے آئیں گے۔ میں وہاں بیٹھی رہی، نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گئی۔ لشکر کے پیچھے پیچھے (گرے پڑے سامان کی خبر رکھنے کے لیے) صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ مقرر تھے۔ وہ پچھلی رات چلے اور صبح میرے ٹھکانے کے قریب پہنچے اور دور سے کسی انسان کو سوتے ہوئے دیکھا، پھر میرے قریب آئے تو مجھے پہچان لیا کیونکہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا تھا۔ جب انھوں نے مجھے پہچان کر اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا تو میں بیدار ہو گئی اور اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اللہ کی قسم! انھوں نے نہ مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا کوئی بات سنی۔ انھوں نے اپنی سواری بٹھائی اور اس کا پاؤں اپنے ہاتھ سے دبائے رکھا تو میں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ پیدل چلتے رہے اور اونٹنی کو چلاتے رہے تا آنکہ ہم لشکر سے اس وقت جا ملے جب وہ عین دوپہر کو گرمی کی شدت کی وجہ سے اترے ہوئے تھے۔ اور جن لوگوں کی قسمت میں تباہی لکھی تھی وہ تباہ ہوئے۔ اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلانے والا عبداللہ بن ابی ابن سلول (رئیس المنافقین) تھا۔ خیر ہم لوگ مدینہ پہنچے، وہاں پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور مہینا بھر بیمار رہی۔ لوگ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا چرچا کرتے رہے اور مجھے خبر تک نہ ہوئی البتہ ایک بات سے مجھے وہم سا پیدا ہوا۔ وہ یہ تھی کہ آپ کی وہ مہربانی جو بیماری کی حالت میں مجھ پر ہوا کرتی تھی وہ اس

بیماری میں نہیں پائی تھی۔ آپ تشریف لاتے، السلام علیک کہتے پھر یہ پوچھ کر کہ اب طبیعت کیسی ہے چل دیتے۔ اس بات سے مجھے کچھ شک تو پڑتا مگر کسی بات کی خبر نہ تھی۔

گھروں سے باہر قضائے حاجت کی جگہیں:

بیماری سے کچھ افاقہ ہوا اور ابھی کمزور ہی تھی کہ مناصع کی طرف گئی۔ مسطح کی ماں (سلمٰی) میرے ساتھ تھی۔ ہم لوگ ہر رات کو وہاں رفع حاجت کے لیے جایا کرتے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اپنے گھروں کے نزدیک ہم بیت الخلاء نہیں بناتے تھے بلکہ اگلے زمانہ کے عربوں کی طرح رفع حاجت کے لیے جنگل میں جایا کرتے۔ کیونکہ گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے سے بدبو ہمیں تکلیف دیتی۔ خیر میں اور مسطح کی ماں جو ابورہم بن عبدمناف کی بیٹی اور اس کی ماں صحر بن عامر کی بیٹی، ابوبکر صدیق کی خالہ تھی۔ اسی کا بیٹا مسطح تھا۔ رفع حاجت سے فراغت کے بعد ہم دونوں گھر کو آ رہی تھیں کہ مسطح کی ماں کا پاؤں چادر میں الجھ کر پھسلا تو وہ کہنے لگی: ''مسطح ہلاک ہو۔'' میں نے اسے کہا: ''کیا کہتی ہو، کیا تم ایسے شخص کو کوستی ہو جو بدر میں شریک تھا؟'' وہ کہنے لگی: ''اے بھولی لڑکی! کیا تم نے وہ کچھ بھی سنا جو وہ کہتا ہے؟'' پوچھا: ''کیا کہتا ہے؟'' تب اس نے تہمت لگانے والوں کی باتیں مجھ سے بیان کیں تو میری بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور سلام کے بعد پوچھا: ''اب طبیعت کیسی ہے؟'' میں نے کہا: ''آپ مجھے اجازت دیجیے، میں اپنے والدین کے ہاں جانا چاہتی ہوں۔'' میرا مطلب یہ تھا کہ ان سے اس خبر کی تحقیق کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی تو میں اپنے والدین کے ہاں آ گئی۔ میں نے اپنی ماں سے کہا: ''امی! یہ لوگ (میری نسبت) کیا فضول باتیں بنا رہے ہیں؟'' اس نے کہا: ''بیٹی! اتنا رنج نہ کرو، اللہ کی قسم! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی مرد کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہوتی ہے اور وہ اس سے محبت کرتا ہے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو سوکنیں بہت کچھ کرتی رہتی ہیں۔'' میں نے کہا: ''سبحان اللہ! لوگوں نے اس کا چرچا بھی کر دیا۔'' چنانچہ میں ساری رات روتی رہی، صبح ہو گئی مگر نہ میرے آنسو

تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا کیونکہ وحی اترنے میں دیر ہو رہی تھی اور آپ ﷺ اس سلسلہ میں ان سے مشورہ چاہتے تھے۔ چنانچہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو وہی مشورہ دیا جو وہ جانتے تھے کہ عائشہ ایسی ناپاک باتوں سے پاک ہے اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی بیویوں سے محبت تھی، انھوں نے صاف کہہ دیا کہ عائشہ پاکدامن اور بے قصور ہیں۔ اور سیدنا علی بن ابی طالب نے کہا: ''یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر تنگی نہیں کرے گا، عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور بھی بہت عورتیں ہیں اور اگر آپ ﷺ بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھیں تو وہ آپ کو ٹھیک ٹھیک بتا دیں گی۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور اس سے پوچھا: ''کیا تم نے کوئی ایسی بات بھی دیکھی ہے کہ عائشہ کے متعلق تمھیں کچھ شک ہو؟'' بریرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ''اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! میں نے ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ ہاں میں اس میں ایک بات دیکھتی ہوں اور اس سے چشم پوشی کر جاتی ہوں اور وہ یہ کہ وہ ابھی کم سن بچی ہے، آٹا گندھا پڑا چھوڑ کر سو جاتی ہے اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔''

میرا وہ دن بھی رونے دھونے میں گزرا اور میں مسلسل دو دن سے رو رہی تھی۔ نہ میرے آنسو تھمتے اور نہ نیند آتی۔ میرے والدین سمجھے کہ رو رو کر میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ پھر ایسا ہوا کہ میرے والدین پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت مانگی، میں نے اجازت دی تو وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔ اسی حالت میں آپ ﷺ تشریف لائے، سلام کیا، پھر بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے جب سے مجھ پر تہمت لگی تھی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ ایک مہینا آپ انتظار کرتے رہے مگر وحی نہ آئی۔ آپ ﷺ نے بیٹھ کر تشہد پڑھا، پھر فرمایا: ''عائشہ! مجھے تیری نسبت ایسی ایسی خبر آئی ہے، اگر پاک ہے تو اللہ تیری براءت فرمائے گا اور اگر واقعی تجھ سے قصور ہو گیا ہے تو اللہ سے اپنے قصور کی معافی چاہ اور توبہ کر کیونکہ جب بندہ گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر اللہ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ ان کے گناہ بخش دیتا ہے۔'' جب آپ یہ گفتگو ختم کر چکے تو یکبارگی میرے آنسو تھم گئے

یہاں تک کہ ایک قطرہ بھی میری آنکھوں میں نہ رہا۔ میں نے اپنے والد سے کہا: ''وہ آپ، (رسول اللہ) ﷺ کو جواب دیں۔'' وہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں۔'' پھر میں نے اپنی والدہ (ام رومان) سے کہا کہ تم جواب دو۔ انھوں نے بھی کہا: ''میں نہیں جانتی کہ کیا جواب دوں۔'' آخر میں خود ہی جواب دینے لگی، میں ایک کمزور لڑکی تھی، قرآن مجھے زیادہ یاد نہ تھا۔ میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ یہ بات جو آپ لوگوں نے سنی ہے آپ کے دل میں جم گئی ہے، اب اگر میں گناہ کا انکار کروں اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے گناہ نہیں کیا تو آپ لوگ مجھے سچا نہیں سمجھیں گے اور اگر میں گناہ کا اقرار کرلوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو آپ لوگ مجھے سچا سمجھیں گے۔ اللہ کی قسم! میں اپنی اور تمھاری مثال ایسی ہی سمجھتی ہوں جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام کے والد کی تھی، انھوں نے جو کچھ کہا تھا میں بھی وہی کچھ کہتی ہوں کہ ''اب صبر کرنا ہی بہتر ہے اور تمھاری باتوں پر اللہ میری مدد کرنے والا ہے۔''

یہ کہہ کر میں نے کروٹ بدلی۔ مجھے یہ یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں، لہٰذا اللہ تعالیٰ ضرور میری براءت کر دے گا مگر اللہ کی قسم! مجھے یہ خیال تک نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی آیات نازل کرے گا جو ہمیشہ پڑھی جائیں گی۔ میں اپنی شان اس سے بہت کمتر سمجھتی تھی۔ ہاں مجھے یہ امید ضرور تھی کہ رسول اللہ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے جس سے آپ پر میری براءت واضح ہو جائے گی۔ پھر اللہ کی قسم! ابھی اللہ کے رسول ﷺ وہاں سے ملے بھی نہ تھے اور نہ کوئی دوسرا آدمی ہی وہاں سے باہر گیا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ معمول کے موافق آپ پر سختی ہونے لگی اور پسینا موتیوں کی طرح آپ کے بدن سے ٹپکنے لگا حالانکہ وہ دن سردی کا دن تھا، مگر وحی اترنے میں ایسی ہی سختی ہوتی تھی۔ جب وحی ختم ہوئی تو آپ ﷺ خوش تھے اور ہنس رہے تھے پھر پہلی بات آپ ﷺ نے یہی کی: ''عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمھاری براءت فرما دی۔'' میری والدہ مجھے کہنے لگی: ''اٹھو اور آپ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔'' میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں نہیں اٹھوں گی، میں تو صرف اللہ عزوجل کا

شکریہ ادا کروں گی۔" اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں:

لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ
لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ
شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾
وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا
أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ
بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ
عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا
سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ
أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
حَكِيمٌ ﴿١٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ
آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا
تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾ (النور: ١١-٢٠)

"جن لوگوں نے تہمت کی باتیں کیں وہ تم سے ہی ایک ٹولا ہے، اسے تم اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔ جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اتنا ہی گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس تہمت کے بڑے حصہ کا ذمہ دار بنا اس کے لیے عذاب عظیم ہے۔ جب تم نے یہ قصہ سنا تھا تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے

دل میں اچھی بات کیوں نہ سوچی اور یوں کیوں نہ کہہ دیا: ''یہ تو صریح بہتان ہے۔'' پھر یہ تہمت لگانے والے اس پر چار گواہ کیوں نہ لا سکے؟ پھر جب یہ گواہ نہیں لا سکے تو اللہ کے ہاں یہی جھوٹے ہیں اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے اس کی پاداش میں تمھیں عذاب عظیم آلیتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے اس بہتان کو اچھالتے تھے اور اپنے منہ سے وہ کہہ رہے تھے جس کے متعلق تمھیں علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی تھی اور جب تم نے یہ قصہ سنا تھا تو تم نے یوں کیوں نہ کہہ دیا: ''ہمیں یہ مناسب نہیں کہ ایسی بات کریں، تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔'' اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اللہ تمھیں واضح ہدایات دیتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لیے دنیا میں بھی المناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی اور (اس کے نتائج کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے تم نہیں جانتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو برے نتائج نکلتے) اور اللہ یقیناً مہربان اور رحم والا ہے۔''

جب یہ آیات اتریں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ، جو محتاجی اور رشتہ کی وجہ سے مسطح کی مدد کیا کرتے تھے، نے کہا: ''اللہ کی قسم! آئندہ میں مسطح کو کچھ نہیں دیا کروں گا کیونکہ اس نے عائشہ کے متعلق ایسی باتیں کیں۔'' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾ (النور: ٢٢)

''اور تم میں سے آسودہ حال لوگوں کو یہ قسم نہیں کھانا چاہیے کہ وہ قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ (صدقہ وغیرہ) نہیں دیں گے، انھیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں معاف کر دے، اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

یہ آیات سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ اللہ مجھے بخش دے۔'' پھر مسطح سے پہلے سا سلوک کرنے لگے اور کہا: ''اللہ کی قسم! جب تک مسطح زندہ رہا میں یہ معمول بند نہ کروں گا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (اس تہمت کے زمانہ میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش (ام المومنین) سے میرا حال پوچھتے: ''تم عائشہ کو کیسی سمجھتی ہو اور تم نے کیا دیکھا ہے؟'' تو انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور آنکھ کی خوب احتیاط رکھتی ہوں، میں تو عائشہ رضی اللہ عنہا کو اچھا سمجھتی ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے زینب ہی میرے برابر کی تھیں۔ بڑھ چڑھ کر رہنا چاہتی تھیں، اللہ نے ان کی پرہیز گاری کی وجہ سے انھیں بچا لیا اور ان کی بہن حمنہ بنت جحش اپنی بہن سے اس بارے میں جھگڑنے لگی تو جیسے دوسرے تہمت لگانے والے تباہ ہوئے وہ بھی تباہ ہوئی۔ (بخاری)

میری بہنو! آپ نے اپنی روحانی ماں کی زبان سے سارا واقعہ ملاحظہ کر لیا...... اس سے جو سب سے بڑا سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک پاکدامن عورت کی عزت کا اللہ کے ہاں کیا بلند مقام ہے کہ اللہ کریم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں سورۂ نور نازل فرما دی...... جو لوگ بدگمان ہو کر یوں ہی الزام تراشنے شروع کر دیتے ہیں ان کے لیے سورۂ نور...... ایک روشنی ہے کہ اس سے اپنے اخلاق کو اندھیرے میں جانے سے بچائیں اور بہتان طرازیوں کی آلودگی سے اپنے آپ کو بچا کر اپنے کردار کو روشن رکھیں۔

ذرا غور تو کیجیے! حضرت حسان رضی اللہ عنہ جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار پڑھتے تھے، کافروں اور منافقوں کی بکواسات کے جوابات دیتے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

فرمان کے مطابق حضرت حسان رضی اللہ عنہ جب شعر کہتے تھے تو انھیں روح القدس یعنی جبریل امین کی تائید حاصل ہوتی تھی ...... اتنا بڑا مقام ہونے کے باوجود جب وہ منافقین کے پروپیگنڈے کے بہاؤ میں بہ گئے اور الزام لگانے والوں میں شامل ہو گئے ......تو بے شک وہ سورۂ نور کے نزول کے بعد تائب ہو گئے ...... مگر اس کے باوجود ان کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ریمارکس کیا تھے۔ ملاحظہ ہوں!

صحیح بخاری، کتاب الادب میں ہے کہ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں عزت کے ساتھ بٹھایا۔ حکم دیا کہ ان کے لیے گدی بچھا دو۔ جب وہ واپس چلے گئے تو میں نے ام المومنین سے کہا کہ آپ انھیں اپنے ہاں آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں؟ ان کے آنے کا کیا فائدہ؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو (سورۂ نور میں) فرما دیا کہ ان میں سے جو شخص تہمت کے بڑے حصہ کا ذمہ دار بنا اس کے لیے عذاب عظیم ہے ...... تو ام المومنین نے فرمایا: ''اندھا ہونے سے بڑا عذاب اور کیا ہو گا؟ ...... حضرت حسان آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، لہٰذا ام المومنین نے فرمایا:

''شاید یہی عذاب عظیم ہو؟''

قارئین کرام! حضرت حسان رضی اللہ عنہ بے شک جنتی ہیں لیکن ام المومنین رضی اللہ عنہا پر تہمت کا جو بڑا حصہ دار بنا وہ تو بے شک عبداللہ بن ابی منافق تھا ...... لیکن حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کا بھی یہ حال تھا کہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے ...... لہٰذا اس سے ثابت یہی ہوتا ہے کہ پاکدامن مومن عورت پر الزام تراشی اللہ کو کس قدر ناپسند ہے ...... الغرض! اللہ نے صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کی عزت کی حفاظت کی گواہی عرش سے نازل فرما کر ...... قیامت تک کے لیے یہ سبق دیا کہ مومن عورت کی عزت اللہ کے ہاں بہت اونچا مقام رکھتی ہے۔

❀❀❀

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

زوجہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے نبی کے ساتھ عرش پر کیا۔

صحیح بخاری کی ''کتاب التوحید'' اور صحیح مسلم میں ہے کہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات سے فخر کے طور پر کہا کرتی تھیں کہ تم سب کے نکاح تمھارے ولی وارثوں نے کیے جبکہ میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر کرا دیا۔

میری بہنو! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ عزت و کرامت کیسے ملی؟ آیئے! اس کی تفصیل میں جائیں اور وہی کردار ادا کرنے کی کوشش کریں جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کیا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند حضرت زید رضی اللہ عنہ تھے اور بعد ازاں آپ کو جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ پہلے شوہر جو حضرت زید تھے، ان کی عمر آٹھ سال تھی، جب وہ اپنے قبیلوں کی جنگ میں غلام بن کر مکہ کے قریب عکاظ کی منڈی میں آئے، وہاں فروخت ہوئے اور مکہ کی مالدار تاجر خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے...... جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے شادی کرلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زید کی عادات بڑی پسند آئیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ سے زید کو مانگ لیا۔ جب زید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت ان کی عمر ۱۵ سال تھی ...... کچھ عرصہ بعد زید کے گھر والے جو زید کی تلاش میں تھے۔ انھیں پتا چل گیا کہ زید تو جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے، چنانچہ جناب زید کے باپ، چچا اور ایک بھائی انھیں لینے کے لیے آئے اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہم سے جو رقم لینا چاہتے ہیں ہم دے دیں گے مگر ہمارا بیٹا ہمارے حوالے کر دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس سے پوچھ لو اگر یہ

تمھارے ساتھ جاتا ہے تو ویسے ہی لے جاؤ۔ جب زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رہنے سے جو مزہ ہے وہ ماں باپ کے ہاں کہاں؟ چنانچہ زید کے ورثاء مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو ہمراہ لیا، کعبہ میں آئے اور سب لوگوں کے سامنے اعلان کر دیا کہ زید آج کے بعد آزاد ہے، میرا متبنّٰی (یعنی منہ بولا بیٹا) ہے۔ یہ میرا وارث ہے۔ لٰہذا اس کے بعد لوگوں نے زید کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شروع کر دیا۔

اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کے نکاح کے لیے اپنے ہی خاندان میں سے اپنی سگی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا رشتہ طلب کیا۔ رشتہ دینے والے سوچ میں پڑ گئے کہ کہاں قرشیہ اور ہاشمیہ اور کہاں زید جو ایک غلام ہے۔ قریب تر تھا کہ یہ رشتہ ناممکن ہو جاتا لیکن جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور اس کے گھر والوں کو معلوم ہوا کہ اس میں اللہ کے رسول کی رضا شامل ہے بلکہ اللہ کی رضا بھی اس میں شامل ہے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سمیت سب گھر والے مان گئے اور یوں نکاح ہو گیا۔

یہ رشتہ ایک سال تک برقرار رہا لیکن اس میں پائیداری نہ آ سکی۔ اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت خوبصورت تھیں، دوسرے قبیلہ بھی بڑا اونچا تھا لٰہذا نباہ نہ ہو سکا...... آخر کار حضرت زید رضی اللہ عنہا جو خود بھی بلند مرتبہ بیوی سے دبے دبے رہتے تھے، طلاق دینے کا فیصلہ کر بیٹھے۔ اپنے اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے کے لیے انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید رضی اللہ عنہ کو منع کرتے تھے کہ ایسا نہ کرو...... لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب کی طرف سے اشارہ مل گیا کہ زینب تمھارے نکاح میں آنے والی ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر زید نے طلاق دے دی ...... اور مجھے نکاح کرنا پڑا تو لوگ طوفان کھڑا کر دیں گے کہ دیکھو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مطلقہ بہو سے شادی کر لی ہے۔

ادھر حضرت زید بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زینب کے شکوے کرتے، جن میں

لامحالہ یہ شکوہ سر فہرست تھا کہ حضرت زید کو بحیثیت خاوند وہ احترام نہ مل سکا جو وہ چاہتے تھے۔شکووں پر رسول اللہ ﷺ انھیں صبر کرنے کا کہتے اور گزارا کرنے کا مشورہ دیتے اور سمجھاتے لیکن آخر کب تک......؟ آخر کار معاملہ جب بہت بڑھ گیا تو جناب زید رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے مشورہ کے بعد طلاق دے دی۔

جب عدت پوری ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾ (الاحزاب:۳۷)

”جب زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کرلی تو ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے (نکاح کرنے کے بارے میں) کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے۔“

قارئین کرام! ثابت ہوا یہ سارا اللہ کا حکم تھا کہ مولا کریم زید اور زینب کا نکاح کروا کر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اسلام میں ذات پات، اونچ نیچ کوئی نہیں بلکہ مومن مرد اور عورت ایک مومنانہ برادری ہے، اس کی بنیاد پر آپس میں رشتے ناتے ہوسکتے ہیں...... دوسری بات یہ سمجھ آئی کہ معاشرتی تفاوت سے اگر نباہ نہیں ہوتا تو یہ دلوں کا معاملہ ہے۔ اللہ نے یہاں بھی راستہ رکھا ہے کہ ٹھیک ہے پھر طلاق کے ذریعہ ایک دوسرے سے الگ ہوجاؤ...... تیسری بات یہ کہ منہ بولا بیٹا...... حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہوسکتا، لہٰذا اس وقت کے معاشرے میں اس رسم پر کاری ضرب لگی اور یہ رسم بھی ٹوٹ گئی...... چوتھی بات یہ کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جو محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کی خاطر اس رشتے کو قبول کیا...... اب طلاق کے بعد اللہ نے دنیا کا سب سے بہترین خاوند اس اطاعت کے بدلے میں عطا فرمایا۔

جی ہاں! حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مقام کا بھی اندازہ کرو کہ سارے قرآن میں اللہ کریم نے

کسی صحابی کا نام نہیں لیا، صحابہ کی فضیلتوں کے اشارے ضرور ہیں لیکن نام نہیں ہے۔ واضح نام صرف ایک ہی شخص کا ہے اور وہ ہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ۔ اللہ! اللہ!...... اللہ نے ایک غلام کے نام کا قرآن میں تذکرہ کر کے واضح کر دیا کہ لوگو! ذات برادریاں تمھارا اپنا فعل ہے، میرے سب بندے ہیں اور فضیلتوں کے پیمانے میرے اپنے ہیں اور وہ پیمانہ تقویٰ ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی کرامت اور عزت و شرف کا کیا کہنا کہ اللہ کریم نے ان کا نکاح اپنے ایک حکم کے ذریعہ عرش پر کر دیا۔ چنانچہ مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جب عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تم جاؤ اور انھیں مجھ سے نکاح کرنے کا پیغام پہنچاؤ۔'' حضرت زید رضی اللہ عنہ گئے۔ اس وقت آپ آٹا گوندھ رہی تھیں، حضرت زید پر ان کی عظمت و ہیبت اس قدر چھائی کہ ان کے سامنے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بھی نہ دے سکے بلکہ ان کے ایک طرف منہ پھیر کر بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا ذکر کیا...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا ٹھہرو! میں اللہ سے استخارہ کر لوں اور پھر کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں۔

امام مسلم نے اس طرح اس روایت کا ذکر کیا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دینے گیا تو میں نے انھیں آٹا گوندھتے دیکھا تو ان کی عظمت میرے سینے پر بیٹھ گئی اور میں ان کی طرف دیکھنے کی جرأت ہی نہ کر سکا لہٰذا میں نے اپنا رخ پھیرا، اپنے قدموں پر پھرا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پیغام دیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیرا ذکر کر رہے تھے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں اور فوراً کہا!

((مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتّٰى أُوَامِرَ رَبِّيْ))

''جب تک میں اپنے رب سے مشورہ نہ لے لوں کچھ نہیں کر سکتی۔''

اور ساتھ ہی وہ اس جگہ کھڑی ہوگئیں جو جگہ انہوں نے نماز کے لیے مخصوص کی ہوئی تھی۔

قارئین کرام! مذکورہ روایت سے صاف پتا چلتا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سے اپنے کو کم تر پاکر دبے دبے رہتے تھے، لہٰذا وہ تو سامنا کرنے کی بھی ہمت نہ پاتے تھے ...... ہاں البتہ وہ لوگ دین پر کس قدر پابند تھے کہ ان بشری اور انسانی معاملات کے باوجود طلاق کی عدت عورت اپنے خاوند کے گھر گزارے تو بہتر ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہیں موجود ہیں، حضرت زید کے گھر میں ہیں ...... اور قربان جائیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تعلق باللہ پر کہ انھوں نے جواب کیسا خوبصورت دیا کہ پہلے اپنے رب سے مشورہ یعنی استخارہ کروں گی پھر دیکھوں گی رب میرے دل کو کہاں موڑتا ہے؟ جی ہاں! دل نے رسول کریم کے علاوہ اور بھلا کدھر مڑنا تھا؟ اور نہ مڑ سکتا تھا اس لیے کہ دل تو اللہ کی مٹھی میں ہوتا ہے ......مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کا اپنے رب کے ساتھ تعلق کس قدر گہرا اور عمیق تھا۔

جی ہاں! وہ رب سے مشورہ کر رہی تھیں، ادھر قرآن نازل ہو چکا تھا۔ عرش والا رب اپنے نبی کا نکاح عرش پر کر چکا تھا، چنانچہ اللہ کے فیصلہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ اب وہ ان کی بیوی تھیں، اجازت لینے کی حاجت نہ تھی، لہٰذا آپ سیدھے اندر گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رب کریم کے حکم سے آگاہ فرمایا اور یوں اب دونوں میاں بیوی تھے ...... جی ہاں! نہ ایجاب تھا، نہ قبول تھا، نہ انسان گواہ تھے، نہ کوئی ولی تھا ...... سبحان اللہ! کیا کہنے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مقدروں کے لہٰذا وہ فخر کرتی تھیں تو بجا کرتی تھیں۔

میری بہنو! ہماری اس ماں کو یہ بلند مقام ملا تو دو چیزوں کی وجہ سے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ محبتوں کا تعلق بڑا گہرا تھا۔

❀❀❀

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
زوجہ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے حضور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی اور محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے افضل ترین شوہر مل گئے۔

خوشی وغمی اور رنج و راحت کے مواقع پر اللہ کے رسول جناب محمد کریم ﷺ نے جو جو دعائیں اور اذکار بتلائے ہیں اگر انھیں یاد رکھا جائے اور بر موقع ایمان رکھ کر پڑھا جائے تو اللہ کی طرف سے ایسی بندی پر رحمتوں اور برکتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ جس مسلمان کو بھی کوئی مصیبت پہنچے پھر اللہ نے اس کے لیے جو فیصلہ کیا اس پر وہ یہ الفاظ کہہ دے:

((اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِيْبَتِیْ وَ اخْلِفْ لِیْ خَيْراً مِّنْهَا))

"بلاشبہ ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہی پلٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور جو مجھ سے چھن گیا اس سے بہتر عطا فرما۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جناب محمد کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"اس دعا کے پڑھنے پر:

((اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَيْراً مِّنْهَا)) (مسلم)

"اللہ تعالیٰ اسے اس چھینی ہوئی شے کے بدلے میں بہتر عطا فرمائے گا۔"

چنانچہ جب (میرا خاوند) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوا تو میں نے کہا کہ ابوسلمہ سے کونسا

مسلمان بہتر ہو گا کہ یہی تو وہ پہلا گھر تھا جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی جانب ہجرت کی راہ اختیار کی ...... میں نے یہ سوچنے کے باوجود پھر بھی مذکورہ دعا پڑھ لی، لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بدلے میں مجھے اپنا رسول ﷺ بطور شوہر عطا فرما دیا...... چنانچہ اس طرح ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو میری جانب بھیجا کہ وہ مجھے آپ ﷺ کے لیے پیغام نکاح دے...... میں نے جواب بھیجا کہ میری ایک بیٹی ہے اور میں بڑی غیرت والی ہوں۔ آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا کہ جہاں تک ام سلمہ کی بیٹی کا تعلق ہے ہم اس کے لیے اللہ سے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ام سلمہ کا یہ بوجھ اتار دے اور میں اللہ سے یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ ام سلمہ کی اس غیرت کا مسئلہ حل ہو جائے۔

صحیح مسلم ہی کی ایک دوسری روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ان کی وفات پر جناب رسول کریم ﷺ تشریف لائے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ابوسلمہ تو فوت ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح کہہ:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی وَ لَهٗ وَ اَعْقِبْنِی مِنْهُ عُقْبیً حَسَنَةً)) (مسلم)

''اے اللہ! مجھے اور اسے بخش دے اور اس کے بعد میرا انجام خوبصورت کر دے۔''

چنانچہ اللہ نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بعد میرا انجام ایسا کیا کہ مجھے وہ شخصیت بطور شوہر کے عطا فرمائی جو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہترین تھی۔

میری بہنو! یہ تھا مہاجر گھرانہ جس کا ایک فرد فوت ہوا تو خاتون نے اللہ کے حضور دعا کی...... دعا میں دو چیزیں شامل ہیں پہلی یہ کہ اس جدائی کی مصیبت پر اللہ کے ہاں اجر مل جائے ...... دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی محروم نہ رکھے۔ چنانچہ اللہ نے دونوں چیزیں عطا فرما دیں...... کیسی جامع دعا ہے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کرامت یہی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی بتلائی ہوئی دعا پڑھی تو اللہ نے قبول فرما لی...... صحیح مسلم ہی کی مذکورہ

روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے بتلایا جب تم کسی بیمار کی عیادت کو جاؤ یا کسی فوت ہونے والے کے پاس جاؤ تو جو جملہ زبان سے نکالو بہتر نکالو کیونکہ جو تم کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔

قارئین کرام! دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ کسی کے فوت ہی ہونے پر مذکورہ دعا نہیں بلکہ جونسی مصیبت بھی آئے...... مال کا نقصان ہو یا مکان کا، دکان کا خسارہ ہو یا کوئی اور پریشانی ...... یعنی ہر طرح کی پریشانی میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مانگی ہوئی دعا پڑھی جائے۔ دوسرا یہ کہ بیمار اور میت پر بطور خاص احتیاط کے ساتھ منہ سے کوئی جملہ بولنا چاہیے، اس لیے کہ ان دونوں مواقع پر فرشتے موجود ہوتے ہیں اور وہ آمین کہتے ہیں یعنی منہ سے نکلا ہوا جملہ اللہ کے ہاں قبولیت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اس لیے ان عورتوں کو غور کرنا چاہیے جو مصیبت کے وقت دہائیاں ڈالتے ہوئے کہتی ہیں:

"نی میں لٹی پٹی گئی۔"

یعنی ...... میرا بیڑا غرق ہو گیا، میں برباد ہو گئی۔ تو فرشتے کہتے ہیں آمین ...... یعنی اے اللہ! جس طرح بے صبری کے ساتھ یہ آہ و فغاں کر رہی ہے اس کا ستیا ناس کر دے۔ اللہ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسی بے صبری اور فضول باتوں سے محفوظ رکھے۔

میری بہنو! آخر پر ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم مومنوں کی ماں ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو بڑی غیرت اور حیا والی خاتون تھیں، ان کے اس جملہ پر بھی غور کیا جائے کہ انھیں کس قدر غیرت اور حیا آرہی تھی کہ میری بیٹی بڑی ہے ...... اب میں نئی جگہ نکاح کروں گی تو میری بیٹی کیا محسوس کرے گی۔ یقیناً بچے بڑے اور باشعور ہوں اور اس حالت میں خاوند فوت ہو جائے تو ایسی غیرت کا آنا ایک فطری امر ہے اور یہی غیرت وحیا ہی تو عورت کا زیور اور حسن ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس کے لیے دعا کرتے ہیں ...... اور یاد رکھیے! اللہ کے رسول ﷺ کا یہ کہنا کہ ہم دعا کرتے ہیں یہ ہماری طرح کا کہنا نہ تھا کہ اگلے کو محض دعا پر ٹرخا دیا جائے اور جو اپنے ذمہ ہے اس سے پہلو تہی کر لی جائے، جیسا کہ آج کل کے بعض

مرد حضرات کرتے ہیں ...... جی ہاں! اللہ کے رسول ﷺ تو وہ مہربان ہستی تھے جو مصیبت میں غیروں...... یعنی غیر مسلموں کے بھی کام آنے والے تھے۔تو یہاں بھی اللہ کے رسول ﷺ کا مقصد یہی ہے کہ دعا بھی کرتے ہیں اور بچی جوان ہے تو اس کا بندوبست بھی کرتے ہیں...... دعا کے ساتھ بچی کا بندوبست بھی اللہ کے رسول ﷺ کے کیے ہوئے جملے میں موجود ہے اور یوں اس حوالے سے ایک عورت کی جو غیرت ہے اس کا بندوبست ہو جائے گا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا
زوجہ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے خواب میں
دیکھا کہ چاند میری گود میں آگرا

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو خیبر کے ایک یہودی سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں ، وہ بتلاتی ہیں کہ ایک بار میرے والد اور میرے چچا آپس میں باتیں کر رہے تھے، باتوں باتوں میں ایک کہنے لگا کہ ویسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہی جن کی آمد کی بشارتیں تورات میں دی گئی ہیں۔ دوسرا کہنے لگا بات ٹھیک ہے لیکن ہم مانیں گے نہیں کیونکہ آخری نبی ہم بنو اسرائیل میں سے کیوں نہیں آیا۔

اس کے بعد حضرت صفیہ کی شادی کنانہ بن ابی الحقیق سے ہو گئی ...... شادی ابھی نئی نئی ہی تھی کہ مسلمانوں نے یہودیوں کی بدعہدی کی وجہ سے خیبر پر چڑھائی کر دی۔ مسلمانوں کو فتح ملی اور غنیمت میں بہت سارا مال اور لونڈیاں بھی ملیں۔ ان باندیوں اور لونڈیوں میں حضرت صفیہ بھی تھیں، ان کا خاوند کنانہ بن ابی الحقیق جنگ خیبر میں مارا گیا تھا۔ جب مال اور لونڈیوں کی تقسیم ہوئی تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور لونڈی کا تقاضا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا اور لے لے۔ دحیہ کلبی گئے اور حضرت صفیہ کو لے لیا...... اس کے بعد ایک اور مجاہد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا اے اللہ کے رسول! یہودیوں کے جو دو قبیلے بنو قریظہ اور بنو نضیر ہیں، صفیہ ان قبیلوں کی چودھرانی ہے، وہ حیی بن اخطب کی بیٹی ہے اور آپ نے اسے دحیہ کے حوالے کر دیا ہے۔ صفیہ آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دحیہ کو بلاؤ۔ دحیہ آئے، صفیہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو

دیکھا تو دحیہ سے کہا تم اس کے علاوہ کوئی اور لونڈی لے لو۔ چنانچہ دحیہ نے کوئی اور لونڈی پسند کر لی جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے صفیہ کو رکھ لیا، انھیں اسلام کی دعوت دی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فوراً قبول کر لی۔ آپ ﷺ نے صفیہ کو غلامی سے آزاد کر دیا اور اس آزادی ہی کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر قرار دے کر شادی کر لی۔

صحیح بخاری میں ہے جب اللہ کے رسول ﷺ خیبر سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف عازم سفر ہوئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے سواری پر اپنے پیچھے مسند بنوائی۔

قارئین کرام! جناب رسول کریم ﷺ جو سب کے لیے کریم تھے، وہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے بھی کریم بنے۔ آپ ﷺ نے اپنے ایک مجاہد کی رائے کو پسند کیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ان کے مرتبہ کے مطابق مقام دیا ...... اور آزادی اور شادی کے بعد امہات المومنین میں شامل فرمایا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم یعنی یہ جہادی قافلہ ایک مقام "سد الصهباء" پر پہنچا تو مومنوں کی ماں پاکیزگی کی حالت میں آئیں چنانچہ یہاں اللہ کے رسول ﷺ نے دولھا بن کر رات گزاری ...... اور پھر اللہ کے رسول ﷺ نے "حیس" بنایا یعنی کھجور، گھی اور پنیر وغیرہ ملا کر ایک کھانا تیار کیا...... حضرت انس رضی اللہ عنہ مزید کہتے ہیں کہ اس کھانے کو دسترخوان پر رکھا گیا اور مجھے حکم فرمایا کہ جو لوگ قریب ہیں انہیں بلا لو یہ تھا ولیمہ جو اللہ کے رسول ﷺ نے کیا، مجاہدین خیبر کو کھلایا اور روانہ ہو گئے۔

قارئین کرام! اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنی زوجہ محترمہ کی کس قدر تکریم کی۔ اندازہ صحیح بخاری ہی میں مذکور اس واقعہ سے لگائیے کہ جب مجاہدین کا قافلہ سوئے مدینہ روانہ ہونے لگا تو آپ ﷺ نے اونٹ کو بٹھایا، اس کی کوہان کے ساتھ عباء یعنی ایک کپڑے کو باندھا تاکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسے پیچھے سے پکڑے رہیں اور پھر آپ ﷺ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے۔ اپنا گھٹنا اس پر رکھا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنا پاؤں اللہ کے

رسول ﷺ کے گھٹنے پر رکھا اور اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ جی ہاں! یہ ہے اللہ کے رسول ﷺ کا حسن سلوک اپنی دلہن کے ساتھ ...... اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ کہ آپ کا پاک گھٹنا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں کا پائیدان بن گیا۔ سبحان اللہ! کیا کہنے ماں صفیہ رضی اللہ عنہا کے اونچے نصیبوں اور مقدروں کے۔

''الرحیق المختوم'' میں ''تاریخ ابن ہشام'' کے حوالے سے ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر نشان دیکھا تو پوچھا: ''صفیہ: ''یہ نشان کیسا ہے؟'' آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا اے اللہ کے رسول! ایسے ہوا کہ آپ کی خیبر پر چڑھائی سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ چاند اپنی جگہ سے ہٹنے لگا اور میری گود میں آن گرا...... اور میں یہ بھی بتلا دوں کہ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کے حوالے سے میں نے کبھی کچھ نہیں سنا تھا (سوائے باپ اور چچا کی بات چیت کے) لہٰذا میں نے اپنے خواب کا واقعہ اپنے خاوند کو کہہ سنایا۔ اس نے میرے چہرے پر طمانچہ دے مارا اور کہنے لگا:

''تو اس بادشاہ کی تمنا کرتی ہے جو مدینہ میں رہتا ہے۔''

یعنی تو اسے شوہر بنانا چاہتی ہے، محمد (ﷺ) کی خواہش کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہودی کنانہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے خواب کی تعبیر کو پا گیا چنانچہ اس نے غصے سے طمانچہ دے مارا۔ لیکن اللہ کا طے شدہ فیصلہ یہی تھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں مدینے کے چاند نے گرنا ہی تھا، چنانچہ ایسا ہو کر ہی رہا۔

میری بہنو! سچے خواب کی صورت میں یہ تھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی کرامت ...... اور ان کی عزت و کرامت کا کیا کہنا کہ حضور کا گھٹنا ان کا پائیدان بن گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ عام عورتوں کا بھی کس قدر خیال کیا کرتے تھے، اس کا اندازہ صحیح بخاری کی اس روایت سے لگایئے کہ جب عرفات سے عورتوں کا قافلہ جو اونٹوں پر سوار تھا۔ مزدلفہ اور منیٰ کی طرف واپس لوٹ رہا تھا تو اس قافلے کو ایک صحابی انجش رضی اللہ عنہ لا رہے تھے۔ صحابی نے اونٹوں کو دوڑایا تو اللہ کے رسول ﷺ نے جب اپنے پیچھے دوڑ اور دھول کو محسوس

کیا تو فرمایا: ''انجش! ذرا آہستہ سے، یہ آبگینے ہیں، دیکھنا کہیں ٹوٹ نہ جائیں۔''

الغرض رسول کریم ﷺ کی طبیعت میں جو لطف و کرم تھا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اس کا وافر اور خوب حصہ ملا۔

❁❁❁

باب سوم

صحابیات اور دیگر مومنات کی کرامات

- حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تین بار آگ لینے کا بہانہ بنا کر یہودن کے گھر گئیں مگر یہودن سمجھ نہ سکی اور پھر............

- حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے شکوے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ مشکل حل فرما دی۔

- حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ایثار پر اللہ ہنس دیے۔

- نوعمر صحابیہ نے ماں باپ سے کہا: ''کالے جلیبیب کو نہ دیکھو، یہ دیکھو کہ میرا رشتہ مانگ کون رہا ہے؟''

- لجپال پروردگار نے شہید کی نانی ام ربیع رضی اللہ عنہا کی لاج رکھ لی۔

- انصاری عورت ام مالک رضی اللہ عنہا کے گھی کا ڈبا۔

- ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو گھر کے اندر شہادت کی موت مل گئی۔

- مجاہدہ کا سامان مل گیا۔

- صحابیہ رضی اللہ عنہا نے بارہ شہیدوں کے استقبال کا منظر جنت میں دیکھا۔

- کافرہ ہونے کے باوجود مشکل میں اس نے ایک اللہ کو پکارا......اور توحید کی برکت سے وہ مومنہ اور صحابیہ بن گئی۔

- مظلوم عورت نے اللہ سے فریاد کی اور ظلم کرنے والا حاکم موقع پر ہی گر کر مر گیا۔

- اندھی عورت کی بینائی لوٹ آئی......آنکھیں چشم غزال بن گئیں۔

- پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نانی جب لڑکی ہوا کرتی تھی۔

❀❀❀

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تین بار آگ کا بہانہ بنا کر یہودن کے گھر گئیں مگر یہودن سمجھ نہ سکی اور پھر......

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس شخص کی بیٹی ہیں جو تمام صحابہ میں افضل ہیں یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، حواری رسول حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں ......اور جی ہاں! خاتم الانبیاء جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں۔ یہ رشتے بتلا رہے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا مقام کس قدر بلند ہے ...... مکہ میں ان کے والد گرامی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مالدارترین افراد میں سے تھے ......مگر اللہ کے لیے ان پاکباز لوگوں نے اپنا وطن اور مال و دولت سب کچھ چھوڑا اور ہجرت کرکے مدینہ میں آ گئے۔ یہاں انتہائی کٹھن زندگی اور غربت و افلاس کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ نے ''فقراء مہاجرین'' کے الفاظ اپنی کتاب میں درج فرما کر واضح کر دیا کہ ان مہاجروں کی زندگی کس قدر کٹھن تھی۔

صحابہ اور صحابیات کے واقعات کے ضمن میں حافظ ابن عساکر نے ''الاصابہ'' کتاب لکھی۔ اس میں اور طبرانی میں بھی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ ان کی اپنی زبانی مذکور ہے کہ مدینہ میں بنونضیر قبیلے کے محلّہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جگہ لے کر دی تھی، میں اسی جگہ میں رہتی تھی۔ اب میرے خاوند حضرت زبیر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (کسی غزوہ وغیرہ میں) چلے گئے۔ ہمارے پڑوسی یہودی تھے۔ ایک دن انھوں نے بکری ذبح کی اور ہنڈیا چولہے پر چڑھا دی، میں نے اس کی خوشبو کو پایا، خوشبو پا کر میرے دماغ میں ایسے ایسے خیالات آئے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں

آئے۔ میری گود میں اس وقت میری بچی خدیجہ بھی تھی ...... آخر کار مجھ سے صبر نہ ہوا لہٰذا میں نکلی اور یہودن عورت کے گھر میں آگ لینے کے بہانے داخل ہوئی۔ دل میں خواہش یہی تھی کہ شاید وہ مجھے کھانا پوچھ لے اور کھلا دے جبکہ آگ کی تو مجھے بالکل ضرورت نہ تھی مگر یہودن نے آگ دے دی اور کھانا نہیں پوچھا۔ میں واپس آگئی ......لیکن گھر میں کھانے کی خوشبو تو متواتر آرہی تھی لہٰذا اس خوشبو کا شر مزید بڑھ گیا، اب میں نے اس آگ کو بجھا دیا اور دوسری بار پھر آگ لینے کے بہانے گئی کہ شاید اس بار ہی وہ کھانے کا پوچھ لے لیکن اس نے نہ پوچھا اور میں واپس آگئی ...... پھر صبر نہ ہوا اور حتیٰ کہ میں تیسری بار گئی مگر تیسری بار بھی آگ ہی لے کر واپس آگئی، اب میں بیٹھی رونے لگی اور اللہ سے دعائیں کرنے لگی ...... اب کیا ہوا...... اس یہودن کا خاوند گھر میں آگیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنی بیوی سے پوچھا کیا تیرے پاس کوئی آیا ہے؟ یہودن نے کہا وہ عرب عورت آئی تھی آگ لینے کے لیے۔ یہ سنتے ہی یہودی کہنے لگا:

((فَلَا آكُلُ مِنْهَا أَبَدًا أَوْ تُرْسِلِيْ إِلَيْهَا مِنْهَا))

''میں اس کھانے کو بالکل نہیں کھاؤں گا یا پھر اس کھانے میں سے اس عرب عورت کی طرف بھی بھیج۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں چنانچہ اس یہودن نے میری طرف ایک بڑا برتن بھر کر بھیجا، اس وقت پوری زمین پر مجھے اس کھانے سے بڑھ کر کوئی کھانا محبوب نہ لگا۔

میری بہنو! حضرت اسماء کے رشتوں ناتوں پر غور کرو، کتنا اعلیٰ مقام ہے مگر غربت کے باوجود ان کا خاوند اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر جہاد میں ہے۔ آفرین ہے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے کردار پر کہ خاوند کی ناشکری نہیں ہے۔ سالار صحابہ جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکوہ نہیں ہے اور اسلام کی بلندی کے لیے وہ گھر بیٹھی قربانی دے رہی ہیں ...... بھوک ستاتی ہے مگر تینوں بار کھانا مانگنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ یہ ہے سفید پوشی، سوال سے بچنے کا کردار، کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے مکمل احتیاط ...... اور جی ہاں! خودداری اور وقار کے ساتھ تدبیر

ضرور لڑائی، منصوبہ بندی پوری کی مگر جب تدبیر اور منصوبہ ناکام ہو گیا تو اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلایا، رو رو کر اسی کے سامنے گریہ و زاری کی ...... کہ مولا! خاوند گھر نہیں ہے، پیٹ بھوکا ہے، معصوم بچی بھی ہمراہ ہے۔ اب تیرے سوا کون کھلا سکتا ہے؟

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

((اِنَّ الْقُلُوْبَ بِيَدِ اللّٰهِ يَصْرِفُهَا كَيْفَ يَشَاءُ))

''دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں جدھر چاہے پھیر دے۔''

یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی کرامت تھی کہ اللہ نے یہودی کا دل پھیر دیا، اسے محسوس کروا دیا، اس کی زبان سے جملہ نکلوا دیا ...... اور کھانا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے گھر میں پہنچ گیا۔ جب خود لینے جاتی ہیں تو نہیں ...... جب رب دینے پہ آیا تو یہودن خود چل کر دے گئی۔

اللہ اکبر! پھر ایسا وقت بھی آیا کہ جب مسلمانوں کے دن پھرے اور خوشحالی کا دور آیا ...... اور یہ دور جہاد کے ذریعہ غنیمت کے مالوں سے آیا تو پھر ایسا منظر بھی سامنے آیا کہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مسند میں حسن حدیث ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ

ایک بار جناب رسول کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے، میں کوئی شے گن رہی تھی اور اسے ماپ بھی رہی تھی۔ آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر مجھے کہا:

''اے اسماء! گنتی نہ کیا کر، اس طرح اللہ بھی گن کر ہی دے گا۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کے بعد گنتی کرنا ترک کر دی۔ رسول ﷺ تو چلے گئے، آپ کا ہمارے ہاں تشریف لانا آخری بار ہی تھا لیکن اس کے بعد میرے ہاں سے اللہ کا رزق کبھی ختم نہیں ہوا، ابھی اگلا موجود ہوتا تھا کہ اس کی جگہ پر اور آ جاتا۔

میری بہنو! حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ان دو واقعات سے سبق یہ ملا کہ دین کے لیے قربانی دیتے ہوئے خودداری کو ترک نہ کیا جائے۔ اللہ سے مدد مانگی جائے، اللہ مدد کو پہنچتا ہے۔ وہ بے شک کافروں سے اپنے بندوں اور بندیوں کو فائدہ پہنچا دے اور مشکل حل فرما دے......

دوسرا یہ کہ جب اللہ نے دے رکھا ہو تو کنجوسی سے ہر وقت گننا ٹھیک نہیں، کھلے دل سے خود بھی کھاؤ، استعمال کرو اور پڑوسیوں کا بھی خیال رکھو۔

❁❁❁

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے شکوے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ مشکل حل فرمادی

جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب میاں بیوی میں لڑائی ہو جاتی تو خاوند غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو یوں کہہ دیتا کہ: ((أَنتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي)) یعنی "تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔" تو اسے دائمی طلاق سمجھا جاتا تھا، یہ صرف معمولی طلاق ہی نہ تھی بلکہ شدید قسم کی طلاق سمجھی جاتی تھی، جس کے بعد دونوں میاں بیوی کے مل بیٹھنے کی کوئی صورت باقی نہ رہتی تھی۔ اس بے ہودہ رسم کے متعلق مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ کسی کے ظہار کرنے یعنی اپنی بیوی کو ماں کی پیٹھ کی طرح کہہ دینے سے وہ اس کی ماں نہیں بن جاتی اور نہ اللہ نے کوئی ایسا قانون بنایا ہے۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میرے اور میرے خاوند اوس بن صامت کے بارے میں اس سورۂ مجادلہ کی شروع کی چار آیتیں اتری ہیں۔ میں ان کے گھر میں تھی، یہ بوڑھے بڑی عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے۔ ایک دن باتوں ہی باتوں میں...... میں نے اس کی کسی بات کے خلاف کیا اور انھیں کچھ جواب دیا جس پر وہ بڑے غضب ناک ہوئے اور غصے میں کہہ دیا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، پھر گھر سے چلے گئے اور قومی مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے، پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنا چاہی، میں نے کہا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے! تمھارے اس کہنے کے بعد اب یہ بات ناممکن ہے یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو۔ لیکن وہ نہ مانے اور زبردستی کرنے لگے مگر چونکہ کمزور اور ضعیف

تھے، میں ان پر غالب آ گئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی، اس سے کپڑا مانگا اور اسے اوڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچی۔ اس واقعہ کو بیان کیا اور بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ آپ یہی فرماتے جاتے تھے: ''خولہ! اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو، وہ بڑے بوڑھے ہیں، نیز آپ ﷺ نے فرما دیا: ''میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔'' اس پر خولہ آپ ﷺ سے کہنے لگی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے خاوند نے طلاق کا لفظ تو نہیں بولا تھا۔ میں نے جوانی تو اس کے ہاں گزار دی، اب بڑھاپا کس کے پاس گزاروں گی۔ نیز میری اس سے اولاد بھی ہے، اگر میں اس سے دستبردار ہو جاؤں تو اولاد بے توجہی کی نذر ہو جائے گی اور اگر اپنے پاس رکھوں تو ان کے اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ وہ ساتھ ہی ساتھ روتی بھی جاتی تھی اور یہ کہتی بھی جاتی تھی کہ مجھے کوئی بہتر صورت بتایے۔ اور یہ بھی کہ اللہ میرے حق میں کوئی بہتر فیصلہ نازل فرمائے۔ یہ اسی خستہ حالی میں واپس جا رہی تھی کہ آپ ﷺ نے اسے واپس بلایا، واپس اس لیے بلایا کہ عرش والے رب نے حضرت خولہ کی بے بسی کو سنا اور خولہ کی بے بسی کو دور کر دیا، مشکل کو حل کر دیا اپنے نبی پر قرآن کا یہ مقام نازل فرما کے:

قَدْ سَمِعَ ٱللَّهُ قَوْلَ ٱلَّتِى تُجَـٰدِلُكَ فِى زَوْجِهَا وَتَشْتَكِىٓ إِلَى ٱللَّهِ وَٱللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَآ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌۢ بَصِيرٌ ﴿١﴾ ٱلَّذِينَ يُظَـٰهِرُونَ مِنكُم مِّن نِّسَآئِهِم مَّا هُنَّ أُمَّهَـٰتِهِمْ ۖ إِنْ أُمَّهَـٰتُهُمْ إِلَّا ٱلَّـٰٓـِٔى وَلَدْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ ٱلْقَوْلِ وَزُورًا ۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴿٢﴾ وَٱلَّذِينَ يُظَـٰهِرُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا۟ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَآسَّا ۚ ذَٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِۦ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٣﴾ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ أَن يَتَمَآسَّا ۖ فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۗ

وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤﴾ (المجادلة: ۱-۴)

''(اے پیغمبر!) جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث و جدال کرتی اور اللہ سے شکایت (رنج و ملال) کرتی تھی، اللہ نے اس کی التجا سن لی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، کچھ شک نہیں کہ اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے۔ بے شک وہ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ بڑا معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو (انھیں) ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضروری) ہے۔ (مومنو!) اس (حکم) سے تمھیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبر دار ہے۔ جسے غلام نہ ملے وہ مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے رکھے جسے اس کا بھی مقدور نہ ہو (اسے) ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا (چاہیے)۔ یہ (حکم) اس لیے (ہے) کہ تم اللہ اور رسول ﷺ کے فرمانبردار ہو جاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور نہ ماننے والوں کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔''

قارئین کرام! ہم نے مسند احمد اور ابوداؤد کے حوالے سے تفسیر ابن کثیر اور تیسیر القرآن میں مذکور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ آپ کے سامنے رکھا ...... جناب رسول کریم ﷺ نے اللہ کے احکامات سے حضرت خولہ کو آگاہ کیا اور فرمایا: ''جاؤ، اپنے خاوند سے کہو کہ اس غلطی کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کر دیں۔'' حضرت خولہ کہتی ہیں میں نے عرض کی: ''حضور! ان کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بڑے مسکین آدمی ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا، دو مہینے کے لگاتار روزے رکھ لیں۔'' میں نے کہا: ''حضور ﷺ! وہ تو بڑی عمر کے بوڑھے ناتواں اور کمزور ہیں، انھیں دو ماہ روزوں کی بھی طاقت نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (تقریباً ۴ من) کھجور دے دیں۔'' میں نے کہا: ''اس مسکین کے پاس

یہ بھی طاقت نہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اچھا! آدھا وسق میں دے دیتا ہوں۔" اس پر میں نے کہا: "ٹھیک ہے آدھا وسق میں دے دیتی ہوں۔" اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا، ٹھیک ہے، جاؤ یہ ادا کرو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے چچا کا لڑکا ہے۔ اس سے محبت، پیار اور خیر خواہی سے گزارہ کرو۔"

صحابہ کرام کے دلوں میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں کہیں جا رہے تھے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے راستہ ہی میں آپ کو بلایا اور کچھ بات کرنے لگیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر بڑی توجہ اور انہماک سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی بات سننے لگے۔ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیا، جناب والا! سبب کیا ہے کہ آپ اس بڑھیا کی بات بڑی توجہ سے سن کر اسے اتنی اہمیت دے رہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ وہ عورت ہے جس کی بات اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سن لی تھی، عمر کی کیا مجال ہے کہ اس کی بات کی طرف توجہ نہ دے۔"

عقیدہ کی اصلاح کے لیے یہاں یہ بات بھی انتہائی قابل غور ہے، مسند امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب خولہ رضی اللہ عنہا اللہ کے رسول ﷺ سے جھگڑ رہی تھیں تو میں گھر کے ہی ایک کونے میں موجود تھی۔ یہ عورت جو کہہ رہی تھی، میں سن نہیں پا رہی تھی البتہ اس کی کوئی بات میرے کان میں پڑ جاتی ...... تو تعریف اس ذات با برکات کی کہ جس کی سننے کی طاقت نے ہر شے کو گھیرے میں لیا ہوا ہے...... جی ہاں! لوگو! جب رسول ثقلین ﷺ کی زوجہ کا یہ حال ہے تو اور بھلا کون شخص ایسا ہو سکتا ہے جو اپنے مریدوں کی فریاد کو بغیر اسباب کے دور سے سن لے؟

❁❁❁

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ایثار پر اللہ ہنس دیے

انصار نے ایثار کی ایسی ایسی قربانیوں کی تاریخ رقم کی کہ تاریخ انسانی انگشت بدنداں رہ گئی۔ ایثار کی ان قربانیوں میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ بڑا عظیم الشان ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایت کے مطابق ایک شخص اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! میں بہت بھوکا ہوں لہٰذا مجھے کچھ کھلایے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے گھروں میں پتا کروایا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا کہ ہر طرف بھوک اور فاقوں کا دور دورہ تھا۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہا: ''کوئی ہے جو آج کی رات اس شخص کی مہمانی کرے؟'' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کی مہمان نوازی کروں گا۔'' چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس شخص کو اپنے گھر لے گئے، گھر جا کر اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا: ''دیکھو! یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں لہٰذا جو چیز بھی میسر ہو اسے کھلاؤ۔'' ہمیں کھانے کو کچھ ملے یا نہ ملے مگر یہ بھوکے نہ رہیں۔'' ام سلیم کہنے لگیں: ''اللہ کی قسم! میرے پاس تو بمشکل بچوں کا کھانا ہے۔'' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اچھا! یوں کرو کہ جب بچے مانگنے لگیں تو بہلا پھسلا کر سلا دو، ہم دونوں بھی بھوکے سو جائیں...... اور جب میں اور مہمان دونوں کھانا کھانے لگیں گے تو تم یوں کرنا کہ چراغ بجھا دینا۔'' چنانچہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا، بچوں کو لوریاں دے کر سلا دیا جبکہ مہمان کے آگے کھانا رکھا تو ساتھ ہی چراغ بجھا دیا۔ صبح نمودار ہوئی، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) اور ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے رات کو جو عمل کیا اس پر اللہ تعالیٰ

اس قدر خوش ہوئے کہ ہنس دیئے‘‘...... اور ساتھ ہی حضرت جبریل قرآن کا یہ مقام لے کر نازل ہوئے:

وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَـٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِى صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا۟ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾ (الحشر: ۹)

’’وہ لوگ جو مہاجرین کے آنے سے پہلے ایمان لا چکے تھے اور مدینہ میں مقیم تھے جو بھی ہجرت کر کے ان کے پاس آیا وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان انصار کو دیا جائے وہ اپنے دلوں میں اس کے لیے خواہش نہیں رکھتے اور ان مہاجرین کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے خود فاقے ہی کیوں نہ کریں؛ جو شخص بھی اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔‘‘

میری بہنو! حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کبھی کامیاب نہ ہوتے جب تک ان کی بیگم صاحبہ ان کی تدبیر میں شامل نہ ہوتیں۔ سبحان اللہ! کیا حوصلہ تھا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا کہ جنھوں نے کھانا رکھتے ہی چادر کے پلو سے دیا بجھا دیا...... اور رہے خاوند تو اپنا کردار انھوں نے بھی یقیناً اس طرح ادا کیا ہو گا کہ برتن میں ہاتھ بھی مارتے رہے ہوں گے، منہ کے پچاکے بھی مارتے ہوں گے تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ میزبان کھانا کھا رہا ہے۔ کیونکہ رات اور اندھیرے کے سناٹے میں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو میزبان فوراً کہتا کہ جناب والا! آپ کیوں نہیں کھاتے؟ الغرض یہی وہ کردار تھا کہ جس پر اللہ کریم بھی مسکرائے نہیں بلکہ ہنس دیے اور جس میاں بیوی کے اس عمل پر اللہ ہنس دیا ان کی ولایت کی بلندیوں کے کیا کہنے۔ جی ہاں! ام سلیم رضی اللہ عنہا کی قسمت کے کیا کہنے کہ ان کی تدبیر پر اللہ ہنس دیے ہیں، قرآن نازل ہو رہا ہے، ان کے کردار پر حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آ رہے ہیں۔

میری بہنو! بھلا جانتی ہو یہ مہمان کون تھا؟ یہ عظیم المرتبت مہمان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے عالم تھے، قربان جائیں مہمان پر بھی اور میزبان پر بھی...... اور یہ بھی یاد رہے کہ مہمان بھیجنے والے جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنہوں نے سب سے پہلے اپنے گھر میں کھانے کا پتا کروایا...... قارئین کرام! مجھے یہاں پر اپنے والد محترم مولانا نذیر احمد رحمہ اللہ اور اپنی والدہ محترمہ رضیہ رحمہا اللہ یاد آ گئیں۔ والد صاحب مسجد میں خطیب ہوتے تھے۔ علماء اور مدارس کے سفیروں سے ان کی بڑی دوستی ہوتی تھی۔ فراخ دل تھے کہ مدارس کے لیے چندہ جمع کرنے والے جس قدر بھی سفیر آ جائیں انھیں چندہ بھی جمع کرواتے اور ان کے کھانے اور بستر وغیرہ کا اہتمام بھی خوب کرواتے۔ اپنے گھر سے بھی کرتے اور نمازیوں سے بھی کرواتے۔ ایک نمازی جو بڑے نیک تھے وہ فوراً کہتے کہ مولوی صاحب! کھانا اور بستر میں بھیجوں گا...... اگر دو تین سفیر ہوتے تو پھر بھی ایک سفیر کی ذمہ داری وہ خود ضرور لے لیتے۔ ان کی بیگم صاحبہ تنگ آ گئیں۔ ایک بار میری والدہ کو کہنے لگیں کہ مولوی صاحب سارا بوجھ ہم پر ہی ڈال دیتے ہیں، کچھ اپنے گھر سے بھی کر لیا کریں۔ والدہ محترمہ نے تب سے والد محترم پر پابندی لگا دی کہ ہم پہلے جس قدر کرتے ہیں اب اس سے بھی زیادہ کریں گے لہٰذا اب کے آپ نے نمازیوں میں اعلان نہیں کرنا بلکہ سب کچھ گھر سے کرنا ہے اور مجھے یاد ہے میری والدہ محترمہ نے میری ڈیوٹی لگا دی کہ اگر تیرے ابو جان اب مسجد میں اعلان کریں تو مجھے آ کر بتلانا ہے چنانچہ ایک بار والد گرامی نے کہیں بھول کر اعلان کر دیا، میں نے آ کر والدہ کو بتلایا تو مجھے یاد ہے میری والدہ کی لڑائی والد صاحب سے اس بات پر ہوئی کہ آپ نے ضیافت کا مسجد میں اعلان کیوں کیا؟ آخر والد صاحب کو یہ کہہ کر جان چھڑانا پڑی کہ اچھا بابا...... اب غلطی ہوگئی آئندہ نہیں ہوگی۔ اے اللہ! میرے والدین کو اور تمام ایسے ضیافتیں کرنے والے مومنین حضرات اور مومنات کو جو اس دنیا سے جا چکے...... جنت الفردوس کے اس محلے میں محلات عطا فرما کہ جس محلے میں آپ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو محلات عطا فرمائے ہیں اور ہم سب کو ان کے

راستے پہ چلنے کی توفیق عطا فرما!

❁❁❁

نوعمر صحابیہ نے ماں باپ سے کہا

نوعمر صحابیہ نے ماں باپ سے کہا:

''کالے جلیبیب کو نہ دیکھو، یہ دیکھو کہ میرا رشتہ مانگ کون رہا ہے؟''

اس جوان کا نام **جلیبیب** رضی اللہ عنہ ہے، رنگ کالا ہے، خاندانی سٹیٹس بھی اعلیٰ نہیں ہے۔ بس یہ متقی نوجوان ہے، شادی کی اسے خواہش ہے۔ یہ اپنا مسئلہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے رکھتا ہے، جناب رسول کریم ﷺ ایک بندہ بھیج دیتے ہیں کہ فلاں انصاری سے کہو **جلیبیب** رضی اللہ عنہ کو اپنی لخت جگر کا رشتہ دے دو۔

مسند امام احمد ابن حنبل کی صحیح حدیث کے مطابق جب پیغام لانے والا انصاری کے دروازے پر آیا اور پیغام دیا تو انصاری کہنے لگا ٹھیک ہے مگر میں ابھی بچی کی ماں سے مشورہ کرکے آیا۔ جا کر لڑکی کی ماں سے مشورہ کیا تو دونوں اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ ہم نے تو فلاں فلاں بڑے بڑے لوگوں کے پیغام کو رد کر دیا اور بھلا اب **جلیبیب** رضی اللہ عنہ سے نکاح کریں، لہٰذا انصاری خود اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جا کر یہ عذر بیان کرنے ہی والے تھے کہ بیٹی جو پردے کے پیچھے اپنے ماں باپ کی گفتگو کو سن رہی تھی، وہ فوراً ماں باپ کو مخاطب کرکے بولی آپ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی بات کو رد کرتے ہو، جب حضور نبی کریم ﷺ خوش ہیں تو پھر کیوں کر انکار کرنا چاہیے؟ اب دونوں نے دوبارہ باہم مشورہ کیا اور کہا کہ بچی کی بات ٹھیک ہے، درمیان میں اللہ کے رسول ﷺ ہیں، اس سے انکار کرنا گویا جناب رسول کریم ﷺ کی خواہش کو رد کرنا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ مذکورہ انصاری صحابی سیدھے جناب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! آپ اس رشتہ سے خوش ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں میں تو رضا مند ہوں۔''

انصاری نے فوراً کہا: ''پھر آپ کے اختیار میں ہے آپ نکاح کر دیجیے۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے نکاح کر دیا۔ **جلیبیب** رضی اللہ عنہ کو خوبصورت اور خوب سیرت دلہن مل گئی اور دلہن کو وہ دولہا ملا جس کا انتخاب جناب رسول کریم ﷺ نے کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انصاریوں کی جناب رسول کریم ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ وہ اپنی بچیوں کے نکاح جناب رسول کریم ﷺ کی رضا ملنے پر کرتے تھے...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا **جلیبیب** کا گھر بڑا آسودہ حال تھا، تمام مدینے میں ان سے بڑھ کر کوئی خرچیلا نہ تھا۔ حضرت ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ مزید بتلاتے ہیں کہ حضرت **جلیبیب** کی طبیعت بڑی خوش مزاج تھی۔

صحیح مسلم اور مسند احمد میں مزید تفصیلات بھی ہیں کہ کفار کے ساتھ جنگ میں حضرت **جلیبیب** نے سات افراد کو قتل کیا، پھر کافروں کے ایک جتھے نے یک مشت ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ جب انھیں تلاش کرتے ہوئے ان کی لاش کے پاس آئے تو فرمایا: ''اس نے سات کو مار کر شہادت پائی، یہ میرا اور میں اس کا ہوں۔'' آپ ﷺ نے یہ جملہ دو یا تین مرتبہ دہرایا، پھر قبر کھدوائی گئی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر حضرت **جلیبیب** کو قبر میں اتارا۔ رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک ہی اس شہید کا جنازہ تھا۔ ان کا غسل دیا جانا بھی مذکور نہیں، لہٰذا بغیر غسل کے دفنائے گئے۔

جلیبیب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کے مقام کا کیا کہنا! کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس نیک بخت انصاری لڑکی کے لیے دعا کی تھی: ''اے اللہ! اس پر اپنی رحمتوں کی بارش برسا اور اسے زندگی کے تمام سکون عطا فرما۔'' لہٰذا تمام انصاری عورتوں میں یہ خاتون سب سے زیادہ خرچ کرنے والی تھیں...... اس خاتون کی ولایت و کرامت اور عظمت و بزرگی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب انھوں نے پردے کے پیچھے سے اپنے والدین سے کہا تھا کہ جناب رسول کریم ﷺ کی بات مت لوٹاؤ تو اللہ نے قرآن کا یہ مقام نازل فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ

ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾

(الاحزاب:٣٦)

''جب اللہ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد اور مومن عورت کو کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا۔''

❁❁❁

شہید کی نانی ام ربیع

لجپال پروردگار نے شہید کی نانی ام ربیع رضی اللہ عنہا کی
لاج رکھ لی

صحیح مسلم، مسند احمد اور نسائی کی روایت کے مطابق حضرت ام حارثہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو زخمی کر دیا...... ایک روایت میں ہے کہ اس کا دانت توڑ دیا۔ لہٰذا جس کا دانت ٹوٹا وہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں آئے اور کہا ''قصاص، قصاص'' ہمیں تو بدلہ چاہیے یعنی دانت کے بدلے دانت توڑنے کا بدلہ...... اس پر ام ربیع رضی اللہ عنہا جو ام حارثہ رضی اللہ عنہا کی ماں تھیں، کہنے لگیں: ''اے اللہ کے رسول! کیا فلاں سے بدلہ لیا جائے گا؟''...... یعنی ام حارثہ رضی اللہ عنہا سے جو ایک شہید کی والدہ ہے۔ یاد رہے! صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب ام حارثہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا شہید ہوا تو ام حارثہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: ''اے اللہ کے رسول! بتلایے! میرا بیٹا کہاں ہے؟ اگر تو وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو دنیا دیکھے گی کہ میں کیا کرتی ہوں؟''...... یعنی شہادت کے بعد ام حارثہ رضی اللہ عنہا کو فکر اس بات کی ہے کہ بیٹا جنت میں گیا ہے یا نہیں؟ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حارثہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا: ''اے حارثہ کی ماں! وہاں کوئی ایک جنت ہے، وہاں تو بے شمار جنتیں ہیں اور تیرا بیٹا تو جنت الفردوس میں ہے۔'' اس پر ام حارثہ رضی اللہ عنہا کو قرار آ گیا۔ چنانچہ ان کا یہی مقام تھا اور اللہ کے ہاں منزلت تھی جس کی بنا پر ام حارثہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام ربیع رضی اللہ عنہا جو خود بھی نیک اور پاکباز صحابیہ تھیں، نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! کیا اب ایسی عورت سے یعنی حارثہ شہید کی ماں سے بدلہ لیا جائے گا اور اس کا بدلے میں دانت توڑا جائے گا؟'' اور ساتھ کہہ دیا:

((وَ اللّٰهِ لَا يُقْتَصُّ مِنْهَا))

''اللہ کی قسم! ام حارثہ سے بدلہ نہیں لیا جائے گا۔''

اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے ام ربیع رضی اللہ عنہا سے کہا!

((سُبُحَانَ اللّٰهِ! يَا أُمَّ الرَّبِيِّعِ الْقِصَاصُ كِتَابُ اللّٰهِ))

''اللہ پاک ہے، اے ام ربیع! بدلہ تو اللہ کا فیصلہ ہے۔''

جیسا کہ اللہ کی کتاب میں ہے:

﴿ اَلسِّنُّ بِالسِّنِّ ﴾ دانت کے بدلے میں دانت توڑ کر بدلہ لیا جائے گا۔ یہ سن کر ام ربیع رضی اللہ عنہا متواتر کہنے لگیں:

((لَا، وَ اللّٰهِ لَا يُقْتَصُّ مِنْهَا اَبَدًا))

''نہیں اللہ کی قسم! اس (ام حارثہ) سے کبھی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔''

قارئین کرام! آخر کار زخمی عورت کے ورثا جو ''بدلہ بدلہ'' کرتے آئے تھے، وہ دیت یعنی دانت کے بدلے میں معاوضہ لینے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ))

''بلاشبہ اللہ کے بندوں (ولیوں) میں سے ایسے بھی ہیں کہ ان میں سے کوئی اللہ پر قسم اٹھالے تو اللہ ان کی لاج رکھ لیتا ہے۔''

یعنی ام ربیع رضی اللہ عنہا جو قسمیں کھا کھا کر کہہ رہی تھیں کہ بدلہ نہیں لیا جائے گا تو ایسا نہیں کہ وہ شرعی حکم کو ماننے سے انکار کر رہی تھیں، ان پاکباز لوگوں کے بارے میں تو ایسا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان یعنی ام ربیع رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ اللہ ہمارے لیے کوئی راستہ نکالے گا اور انھیں اپنے رب پر اس قدر بھروسا اور ''مان'' تھا کہ انھوں نے اللہ کی قسم کھا لی اور متواتر کھائے جا رہی تھیں۔ چنانچہ اللہ نے ان کا مان رکھ لیا اور وارثوں کے دلوں کو بدل دیا اور وہ دیت پر یعنی معاوضہ لینے پر راضی ہو گئے...... یہ شہداء کے مخلص ورثاء کا اکرام تھا جو اللہ نے

کیا اور ایک شہید کی نانی اور ماں کی کرامت وعزت کی لاج رکھ لی، یقیناً اللہ ہی لج پال ہے، کوئی بندہ نہیں ہے۔

❁❁❁

ام مالک رضی اللہ عنہا

انصاری عورت ام مالک رضی اللہ عنہا کے گھی کا ڈبا۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصاری عورت حضرت ام مالک رضی اللہ عنہا کے پاس گھی کا ایک ڈبا تھا۔ اس میں سے وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی کا تحفہ بھیجا کرتی تھی...... اسی طرح ام مالک کے بیٹے کہ جن کے پاس کوئی شے نہ ہوا کرتی تھی، وہ ان کے (یعنی ماں کے) پاس آتے تھے اور سالن مانگا کرتے تھے۔ اس پر ام مالک رضی اللہ عنہا اسی ڈبے کی جانب جاتیں جس میں سے وہ اللہ کے نبی کو گھی بھیجا کرتی تھیں...... تو اس ڈبے میں گھی کو موجود پاتیں ...... یہ گھی ان کے گھر کا مستقل سالن بن چکا تھا...... حتیٰ کہ ایک بار ام مالک نے سارا گھی نچوڑ لیا...... پھر وہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ (سارا نچڑا ہوا گھی لے کر) آ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''گھی کو نچوڑ لیا ہے؟'' ام مالک رضی اللہ عنہا نے کہا: ''جی ہاں!'' اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تو اس ڈبے کو اس کے حال پر چھوڑ دیتی تو اس میں ہمیشہ کے لیے گھی رہتا۔''

میری بہنو! وہ غربت کا دور تھا، ام مالک انصاریہ رضی اللہ عنہا بھی ایک غریب خاتون تھی لیکن انصار مدینہ کا کیسا باکمال ایثار تھا کہ وہ اپنے گھی کے ڈبے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی بھیجتی رہتی تھیں...... ان کا یہ عمل گھی میں برکت کا سبب بن گیا اور پھر اس برکت سے تمام گھر والے بھی مستفید ہوتے رہے...... وہ ایسا سادہ دور تھا کہ گھی بطور سالن کے استعمال ہوتا رہا...... کچھ عرصہ پہلے اور آج بھی ہمارے دور کی دیہاتی مائیں روٹی کا چورا کر کے اس میں گھی اور چینی ڈال کر بچوں کو کھلا دیتی ہیں اور اسے ''چوری'' کہا جاتا ہے۔ یہ

چوری مدینے کے معاشرے میں بھی چلا کرتی تھی۔

صحیح مسلم کی ''کتاب الاشربة'' میں اس چوری سے متعلق ایک واقعہ بھی مذکور ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے آپ نے اپنے پیٹ پر پٹی باندھ رکھی ہے اور زمین پر پیٹ رکھ کر لیٹے ہوئے ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک کو محسوس کر لیا چنانچہ انھوں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا...... حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھوک سے یہ حال ہے، کھانے کو کچھ ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا جی ہاں! اور پھر جو کے آٹے کی روٹیاں تیار کر دیں، انھیں اپنی اوڑھنی کے ایک کنارے میں باندھ کر رکھ دیا اور چادر کا باقی حصہ خاوند پر دے دیا جو لیٹے ہوئے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار ہونے لگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول کریم کو بلانے کے لیے چلے گئے۔ جب وہ مسجد میں پہنچے تو وہاں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ستر (۷۰) کے قریب آدمی تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ جناب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی ہے اور وہ بلا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لوگوں سے کہہ دیا: ''آؤ چلیں! ابوطلحہ کے گھر دعوت کھا آئیں۔'' حضرت انس جلدی جلدی جناب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو صورتحال بتلائی تو وہ گھبرا گئے انھوں نے اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا کو صورتحال سے آگاہ کیا تو آپ کہنے لگیں: ''اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں'' ...... چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گھر سے باہر نکل کر استقبال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ساتھ لیا اور گھر میں آگئے۔ عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! کھانا تھوڑا سا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ برکت ڈالے گا اور کہا جو ہے لے آؤ۔ چنانچہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جو گھر میں تھا آگے رکھ دیا، جو کی روٹیاں، گھی اور کھجوریں...... اب روٹیوں کا چورا کیا گیا۔ ان پر گھی ڈالا گیا اور کھجوریں ڈال دی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے پر ہاتھ رکھ کر اللہ کا

نام لیا اور فرمایا: ''دس دس آدمیوں کی جماعت کھانا شروع کرے۔'' سب نے کھانا کھایا، ستر یا اسی آدمی تھے جنھوں نے کھانا کھایا، کھانا پھر اسی طرح باقی تھا۔

جی ہاں! یہ اللہ کے رسول ﷺ کا معجزہ تھا، ام مالک رضی اللہ عنہا کے گھی کے ڈبے میں جو گھی تھا اور ختم ہونے کا نام نہ لیتا تھا وہ اللہ کے رسول ﷺ کی صحابیہ کی کرامت تھی اور آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل بھی تھی...... ہمارے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ گھی بطور سالن کے استعمال ہوتا تھا اور روٹی، گھی اور کھجور کو ملا کر ''چوری'' بھی کھائی جاتی تھی۔ یہ سادہ کھانے تھے جو بعض اوقات اور کئی گھروں میں اکثر اوقات کھائے جاتے تھے۔

میری بہنو! آج کے کئی نام نہاد بد بخت دانشوران واقعات کو جھٹلاتے ہیں حالانکہ یہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ ایسے بے وقوف دانشور ہر دور میں رہے ہیں۔ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس وقت بھی ایسے بے عقل لوگ موجود تھے، جو ان واقعات کو خلاف عقل قرار دیتے تھے اللہ نے ایسے لوگوں کو جواب دیتے ہوئے کہا ہے:

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ﴿٧﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾ (الشعراء:٧-٨)

''ان لوگوں نے زمین کی جانب کبھی نہیں دیکھا ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی ہی عمدہ چیزیں اگائی ہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اس میں بھی ایک زبردست (بظاہر خلاف عقل) نشانی ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔''

سبحان اللہ! میری بہنو! مولا کریم نے کیا خوب دلیل دی کہ یہ زمین میں جو کچھ پیدا ہو رہا ہے اس پر بھی غور کرو، ایک معمولی سا دانہ زمین میں پھینکا جاتا ہے، وہ نشو و نما پاتا ہے اور کتنا بڑا درخت بن جاتا ہے۔ انسان جس ذرے سے بنا وہ خورد بین میں بمشکل دکھائی دیتا ہے...... مگر جب اس کی نشو و نما شروع ہوتی ہے تو ایک حقیر سا خلیہ...... کتنا بڑا انسان بن

جاتا ہے۔ ایک دکھائی نہ دینے والا خلیہ...... ہاتھی بن جاتا ہے...... ان سب کی نشو ونما کون کرتا ہے؟ یقیناً اللہ کریم کرتا ہے۔ تو پھر!

اے اعتراض کرنے والے! بے عقل کہیں کے!...... اپنا گدھا پن ترک کر اور سوچ کہ جو مولا کریم مذکورہ اور دیگر بے شمار چیزوں کی نشو ونما کرتا ہے، وہ گھی کے ایٹموں کی نشو ونما حضرت ام مالک انصاریہ رضی اللہ عنہا کے ڈبے میں نہیں کر سکتا؟ یقیناً کر سکتا ہے اور اس مالک الملک نے کی ہے اور اپنی بندی ام مالک انصاریہ رضی اللہ عنہا کو عزت و کرامت بخشی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی اسے بتلا دیا کہ آج تو نے گھی نچوڑ لیا ہے...... یہ نبوت کے دلائل میں سے ہے۔

میری بہنو! اللہ تعالیٰ آپ کو بھی توفیق دے کہ نیک لوگوں کو، علمائے کرام کو اور مجاہدین کو اچھی اچھی چیزیں کھلاتی رہو...... اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نیک بندیوں کے زمرے میں داخل فرمائے۔ (آمین!)

❁❁❁

ام ورقہ رضی اللہ عنہا

ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو گھر کے اندر شہادت کی موت مل گئی۔

ابوداؤد کی روایت جسے شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن کہا ہے، یہ روایت ابن سعد کی کتاب ''الطبقات'' میں بھی ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے غزوہ کی جانب روانہ ہونے لگے تو ام ورقہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں: ''اے اللہ کے رسول! مجھے بھی غزوہ میں اپنے ساتھ جانے کی اجازت دے دیجیے۔'' میں وہاں زخمیوں کی مرہم پٹی کروں گی، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت عطا فرما دے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے گھر میں ہی رہ اللہ تجھے شہادت عطا فرمائیں گے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد ام ورقہ لوگوں میں ''شہیدہ'' یعنی شہید خاتون مشہور ہوگئیں۔ حضرت ام ورقہ قرآن کی تلاوت بکثرت کیا کرتی تھیں۔

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک غلام تھا اور ایک باندی تھی، آپ نے ان دونوں کے بارے میں یہ طے کر دیا تھا کہ ان کی وفات کے بعد یہ دونوں غلام مرد اور عورت آزاد ہوں گے...... ایسے ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا کہ ان دونوں مذکورہ مرد اور عورت نے رات کے وقت حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور شہید کر دیا اور خود راتوں رات وہاں سے چلے گئے۔ صبح ہوئی، ان کی موت کی خبر پھیلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا اور ان میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ جو بھی ان دونوں کو دیکھے یا اسے ان کے بارے میں کوئی خبر ہو تو انھیں پیش کرنے میں کردار ادا کرے۔ چنانچہ یہ دونوں گرفتار ہوئے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دونوں کو سولی پر لٹکانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مدینہ میں سولی پر لٹکانے کا آغاز ان دو قاتلوں سے ہوا۔

میری بہنو! حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے عزت و شرف اور شہادت و کرامت سے نوازا، اس لیے کہ شہادت ان کی دلی آرزو اور خواہش تھی ...... اللہ کے رسول ﷺ کی پیشگوئی بھی پوری ہوگئی کہ شہادت ملے گی...... اور صحابہ کو اللہ کے رسول ﷺ کی ہر بات پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ انھوں نے زندگی ہی میں ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو شہید خاتون کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے فرما دیا تو اب سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا کہ ام ورقہ کو شہادت کی موت نہ ملے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنے گھروں میں اپنے ملازموں اور ڈرائیوروں وغیرہ کے ہاتھوں قتل ہو جاتے ہیں وہ رب کے راستے میں شہید ہیں، اگر ان کی تمنا شہادت کی اور ایمان پختہ ہو۔

❁❁❁

مجاہدہ کا سامان

مجاہدہ کا سامان مل گیا

میری بہنو! ذرا سوچو، سب سے بڑھ کر بدنصیب عورت کون ہے؟ شاید تم میں سے کوئی کہے:

- جس کا رنگ کالا ہے وہ بدنصیب ہے۔
- جس کا رنگ سانولا ہے وہ بدقسمت ہے۔
- جس کا قد چھوٹا ہے وہ حرماں نصیب ہے۔
- جو کانی ہے وہ بڑی بدقسمت ہے۔
- جو لنگڑی ہے وہ بے چاری ہے۔
- جسے اچھا خاوند نہیں ملا وہ بدنصیب ہے۔
- جسے نرینہ اولاد نہ ملی بدقسمت ہے۔
- جو اولاد سے محروم وہ بڑی حرماں نصیب ہے۔
- جس کی اولاد ہو کر مر جاتی ہے اس کے بخت بڑے خراب ہیں۔
- جس کی ساس بڑی لڑاکن اور طعنہ باز ہے وہ بڑی بدبخت ہے۔
- جس کا چہرہ داغوں، مہاسوں، کیلوں اور چھائیوں سے بھرا ہوا ہے وہ بے چاری بڑی لاچار ہے۔

- جس کا خاوند بداخلاق ہے وہ بڑی بدنصیب ہے۔
- جس کے گھر میں بیماری اور غربت کے ڈیرے ہیں اس کے بخت بڑے نکمے ہیں۔
- جسے طلاق ہو گئی اس کے بھاگ سو گئے۔
- جس کا سرتاج قبر میں جا لیٹا اس کے نصیب بڑے خراب ہیں۔

میری بہنو! یہ ساری چیزیں بے شک تکلیفیں اور مصیبتیں ہی تو ہیں مگر یہ بدقسمتی، حرماں نصیبی اور بدبختی نہیں ہے۔ یہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قید خانے میں ہر قیدی کو آزما رہا ہے، کسی کو مصیبتوں میں ڈال کر اور کسی کو راحتیں پہنچا کر۔

کتاب و سنت کی روشنی میں مجھے جو عورت سب سے بڑھ کر بدنصیب نظر آئی ہے وہ...... وہ عورت ہے جو اپنے رب سے کٹی ہوئی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ نے اپنی اس بندی کی لائن کو اپنے سے کاٹ دیا ہے بلکہ یہ بندی خود ہی نادانی اور جہالت کی بنا پر کٹی ہوئی ہے ......اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے بی بی کرماں ماری کی مثال ہے۔

کرماں ماری کا خاوند عبدالاحد سعودی عرب چلا گیا، وہاں اسے مکہ میں ملازمت مل گئی۔ ملازمت بھی بیت اللہ شریف کے بالکل پڑوس میں ملی۔ وہ اب پانچ نمازیں حرم مکی میں ہی پڑھتا۔ ملازمت بھی اچھی تھی، ریال وافر مقدار میں ملتے تھے، عربی کفیل بھی بڑا اچھا تھا۔ اس کا نام عبداللہ تھا، وہ عقیدے کا بڑا پکا تھا، موحد تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ بنوتمیم خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ یوں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلے کا تعلق دار تھا۔ ایسے کفیل کی کفالت میں عبدالاحد کے عقیدہ میں جو کچا پن تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور وہ اور زیادہ پختہ اور ایک اللہ کا سچا موحد بندہ بن گیا۔ وہ بیت اللہ کے سامنے بیٹھ جاتا، کعبہ کو دیکھتا رہتا، ذکر کرتا رہتا یا پھر تلاوت میں مصروف ہو جاتا۔ یہاں سے اٹھتا تو طواف کر لیتا......زم زم نوش کرتا۔ اس کی ملازمت ہی کچھ ایسی تھی اور کفیل بھی اس قدر نیک کہ اس کا زیادہ تر وقت کعبہ ہی میں گزرتا۔

عبدالاحد نے کرماں ماری کو یہ ساری خوش کن صورتحال بتلائی اور ریال بھی وافر بھیجے ...... لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ کرماں ماری جو ایک دربار پر پیر صاحب کے پاس جاتی تھی، اسے یہ ساری صورتحال بتائی ...... پیر صاحب نے کرماں ماری کو آگاہ کیا...... باادب بنایا، اسے بتلایا کہ تو بڑی گنہگار ہے، تیرا خاوند تو ہر وقت بیت اللہ میں رہتا ہے، لہٰذا تو بھی کس حالت میں ہوتی ہے اور کبھی کس حالت میں...... لہٰذا ایسے پاکباز خاوند سے براہ راست بات نہ کیا کر بلکہ کسی وسیلے سے بات کر لیا کر۔

اس پیرانہ سبق کے بعد کرماں ماری کے خاوند کا جب بھی فون آتا، کرماں ماری اپنے گھر کے کسی فرد کو آگے کر دیتی اور خود فون نہ سنتی اور نہ ہی کرتی، بس کسی کے واسطے وسیلے سے خاوند کا پیغام وصول کرتی اور اپنا پیغام پہنچاتی ...... اس کا موقف یہ تھا کہ کہاں مکہ مدینہ کی پاک گلیاں...... ان پاک فضاؤں میں بیٹھا میرا مقدس خاوند بات کرے اور میں یہاں پاکستان کے گناہ گار گاؤں کی ناپاک گلیوں میں واقع گھر میں سے بات کروں...... یہ تو ہو ہی نہیں سکتا...... خاوند بڑا سٹپٹایا مگر اس کی ایک نہ چلی ...... آخر کار اس نے سوچا کہ پیسے بھی بھیجوں اور بات بھی واسطے وسیلے سے کر سکوں تو بہتر ہے کہ لائن کاٹ دی جائے۔ چنانچہ اس نے طلاق دے دی اور لائن کاٹ دی ...... یوں کرماں ماری کے کرم مر ہی گئے۔

میری بہنو! قسمت کی ماری ہوئی کرماں ماری جو اپنے رب سے تو کٹی ہوئی تھی اب خاوند سے بھی کٹ گئی، پیر جس نے اس کا مال بٹورنے کا سوانگ رچایا تھا اور وہ صرف مال ہی نہیں کرماں ماری کی عزت پر بھی ہاتھ مارتا تھا...... یوں کرماں ماری کی طرح ہر وہ عورت بدقسمت ہے جو اللہ سے براہ راست رابطہ نہیں جوڑتی بلکہ پیروں اور بزرگوں کے واسطے وسیلے ڈھونڈتی ہے ...... کہتی ہے کہ بادشاہ سے ملنے کے لیے کسی چوکیدار اور چپڑاسی کے بغیر ملا نہیں جا سکتا تو اللہ سے اس کے پیارے بزرگ ولی کے بغیر کیسے ملا جا سکتا ہے؟

میری بہنو! اس اللہ کی بندی کو سمجھاؤ کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ سارے قرآن میں اور تمام احادیث میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے یہ کہیں نہیں کہا کہ اللہ سے فریاد کرنے کے

لیے بزرگ اور پیر کا واسطہ تلاش کرو...... دوسری بات یہ ہے کہ اللہ خود قرآن میں کہہ رہے ہیں کہ جب چاہو میرے دربار میں سیدھے بغیر کسی واسطے کے فریادیں کرو...... تیسری بات یہ ہے کہ تمام پیغمبروں اور صحابہ نے بغیر واسطے کے ڈائریکٹ اپنے اللہ سے مانگا ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ بادشاہ کو تو علم نہیں ہوتا کہ ملنے والا کون ہے؟ ملنے والے کی کیا ضرورت ہے؟ صحیح مقصد کے تحت مل رہا ہے یا غلط مقصد کے تحت؟ لہٰذا بادشاہ نے اپنے کارندے رکھے ہوتے ہیں ...... پھر چوکیدار اور چپڑاسی اس لیے ہوتا ہے کہ وہ خود بے چارہ بیک وقت کئی لوگوں کی بات سن بھی نہیں سکتا...... جبکہ اللہ تعالیٰ خبیر و علیم ہے، وہ سب کچھ جانتا ہے اور بیک وقت سب کی فریادوں کو سنتا ہے، لہٰذا اسے کسی کارندے اور چپڑاسی کی ضرورت نہیں ہے۔ یوں بے بس بندوں کی مثالیں...... اللہ کے ساتھ نہیں دی جاسکتیں۔

میری بہنو! یہ صحابیات اور دیگر مومن عورتوں کے جو واقعات آپ ملاحظہ کر رہی ہیں، اللہ کی قسم! ان پر غور کرو، یہ مومن عورتیں اپنے اللہ سے کس قدر قریب ہو کر گفتگو کرتی ہیں، بے ساختہ کرتی ہیں۔ یقیناً جس طرح معصوم بچہ اپنے ابو سے لپٹ کر فرمائش کرتا ہے۔ یہ عورتیں اس سے کہیں بڑھ کر اپنے اللہ سے لپٹ کر باتیں کرتی ہیں...... جس طرح ایک بیٹی اپنی مہربان ماں کا دامن پکڑ کر دل کی باتیں کرتی ہے...... یہ عورتیں اس سے کہیں بڑھ کر اپنے مولا کریم سے باتیں کرتی ہیں ...... اور جس طرح بیوی اپنے شوہر سے کوئی راز رکھے بغیر دل کی باتیں اس سے کرتی ہے...... یہ صحابیات اس سے کہیں بڑھ کر اپنے مولا کریم سے والہانہ باتیں کرتی ہیں کہ جس کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ آپ مومن خواتین کے واقعات ملاحظہ کر رہی ہیں...... اللہ کی قسم! ان پر غور کرو، یہ مومن عورتیں اپنے اللہ سے کس قدر قریب ہو کر گفتگو کرتی ہیں، بے ساختہ کرتی ہیں، باپ سے بڑھ کر، ماں سے، بیٹے اور بیوی سے بڑھ کر...... حتیٰ کہ شوہر سے بڑھ کر...... اتنے گنا بڑھ کر کہ جس کا کوئی شمار نہیں۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ آپ نے ملاحظہ کیا، دیکھو! کس طرح وہ اپنے رب سے اپنا

مسئلہ حل کروانے کے لیے، رب کریم کے نمائندے، جناب محمد کریم ﷺ سے جھگڑا کر رہی ہیں۔ اللہ کے حضور شکوے کر رہی ہیں...... ایسے بندے اور بندیاں اللہ کو بڑے ہی پیارے اور پسند ہیں۔ اللہ پر مان رکھ کر مانگنا...... اس کے نظارے آپ کر چکے ہیں۔ آیئے! ایک اور نظارہ کیجیے۔

یہ اللہ کے رسول ﷺ کی صحابیہ ہے، مجاہدہ ہے، اس کا واقعہ مسند احمد ابن حنبل میں بھی مذکور ہے اور مجمع الزوائد میں بھی ہے۔ اس کی سند صحیح ہے، یہ صحابیہ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوتی ہے، لشکر کو فتح ہوتی ہے، مال غنیمت میں سے اس مجاہدہ کو بارہ نیزے اور کپڑا بننے کا ایک آلہ ملتا ہے۔ ان نیزوں میں سے اس عورت کا ایک نیزہ اور کپڑا بننے کا ایک آلہ گم ہو گیا۔ وہ کہنے لگی :

''اے میرے رب! جو شخص تیرے راستے میں نکلے اس کی حفاظت کا تو نے ذمہ لیا ہے جبکہ میرا نیزہ اور کپڑا بننے کا آلہ جو مال غنیمت سے ہے، وہ گم ہو گیا ہے، میں تجھ سے اپنا نیزہ اور آلہ مانگتی ہوں...... تیرے ذمہ ہے، مجھے عطا فرما۔

اب اللہ کریم نے اپنے رسول کریم ﷺ کو مدینہ میں بیٹھے یہ منظر دکھلایا۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نیزہ اور آلہ اس کے سامنے کر دیا۔ راوی کہتا ہے اللہ کے رسول ﷺ اس کی فریادوں اور اپنے رب سے مانگنے کے انداز کی شدت کا ذکر کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ وہ اپنے قافلے کے ساتھ یہاں قریب آ چکی ہے، جاؤ اس سے پوچھ لو اگر تم چاہو۔

اللہ اکبر! یہ تھیں اللہ کے رسول ﷺ کی صحابیات اور مجاہدات کہ جنھوں نے صرف اپنے رب سے مانگنا سیکھا تھا...... اور وہ ایسے یقین، توکل، ایمان اور مان کے ساتھ مانگتی تھیں کہ اللہ کی قسم! بیوی اپنے شوہر سے، بچہ اپنی ماں سے لپٹ کر اس طرح نہیں مانگتا جس طرح وہ لوگ اپنے مولا کریم سے مانگتے تھے۔ تبھی تو عرش والا رب ان کی مانتا تھا اور کرامات کا ظہور فرماتا تھا...... لیکن آہ! آج لوگوں نے، حوا کی بیٹیوں نے وہ پختہ ایمان تو چھوڑ دیا جبکہ

جھوٹی کرامات سن کر پیروں کے پاس جاجا کر اپنے ایمان اورعزتوں کی بربادی کا سامان کر لیا۔

میری بہنو! اللہ سے جڑ جاؤ، واسطوں، وسیلوں کے ذریعہ اپنے مولا کریم سے مت کٹو......اور جو کٹ گئی وہ ہے دنیا کی نصیبوں ماری...... بدقسمت ترین عورت۔

❀❀❀

جنت میں شہیدوں کے استقبال کا منظر

صحابیہ رضی اللہ عنہا بارہ شہیدوں کے استقبال کا منظر جنت
میں دیکھا۔

مسند امام احمد ابن حنبل، عبد بن حمید اور بیہقی کی ''الدلائل'' میں رسول اللہ کی صحابیہ رضی اللہ عنہا کے خواب کا ایمان افروز واقعہ ہم آپ کو سنانے جا رہے ہیں...... یہ حدیث صحیح ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھا خواب خوش کر دیا کرتا تھا، بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرماتے: ''کیا تم سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟'' اس پر کوئی شخص ہاں میں جواب دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا خواب سنتے، اگر اس خواب میں کوئی ضرر کی بات نہ ہوتی تو وہ خواب آپ کو بہت ہی زیادہ خوش کر دیتا۔ چنانچہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی: ''اے اللہ کے رسول! میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل ہو گئی ہوں:

((فَسَمِعْتُ بِهَا وَجْبَةً ارْتَجَّتْ لَهَا الْجَنَّةُ))

''میں نے دھمک کی آواز سنی کہ اس آواز پر جنت بھی لرز اٹھی۔''

پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ فلاں بیٹا فلاں کا اور فلاں بیٹا فلاں کا...... انھیں لایا گیا۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس عورت نے بارہ بندوں کو گنا اور ان دنوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک دستہ بھی روانہ فرمایا ہوا تھا۔ وہ عورت کہتی ہے!

((فَجِيءَ بِهِمْ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ طُلْسٌ تَشْخَبُ أَوْدَاجُهُمْ))

''انھیں لایا گیا...... اور وہ ریشمی لباس میں ملبوس تھے، ان کی رگوں سے خون بہ رہا تھا۔''

حکم ہوا کہ ان لوگوں کو نہر سدخ یا نہر بیدج پر لے جاؤ۔ وہاں انھوں نے غوطے لگائے اور جب وہ اس سے نکلے تو!''

((وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ))

''ان کے چہرے چاند کی طرح تھے جس طرح چودھویں کی رات کا چاند چمک رہا ہوتا ہے۔''

پھر سونے کی کرسیاں لائی گئیں، ان کرسیوں پر وہ لوگ تشریف فرما ہوئے اور پھر ان کے سامنے کھانے کا تھال لایا گیا، اس میں کھجوریں تھیں، وہ اس سے کھانے لگے۔ وہ اس تھال کے کسی کونے کو جونسے پھلوں کے ارادے سے گھماتے انہی پھلوں کو کھانا شروع کر دیتے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں...... وہ دستہ جو اللہ کے رسول ﷺ نے روانہ فرمایا ہوا تھا اس میں سے ایک خوشخبری لانے والا آیا اور وہ کہنے لگا: ''اے اللہ کے رسول! ہمارے ساتھ ایسے اور ایسے ہوا اور فلاں اور فلاں شہید ہوگئے'' حتیٰ کہ اس نے انہی بارہ جوانوں کے نام لیے جن کے نام اس عورت نے لیے تھے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس عورت کو بلاؤ۔'' وہ آئی تو آپ ﷺ نے اسے کہا: ''مجھے اپنا وہی خواب سناؤ۔'' اس نے سنایا تو وہ ایسے ہی تھا جیسے وہ پہلے سنا چکی تھی۔

قارئین کرام! اللہ کے رسول گرامی ﷺ کا فرمان ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے...... یعنی نبوت تو ختم ہوگئی لیکن نبوت کا یہ ایک چھوٹا سا حصہ باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحابیہ کو خواب کے ذریعہ وہ پورا منظر دکھلا دیا کہ جہاں ان شہداء کا استقبال ہو رہا تھا۔ چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کی مسجد میں عورتیں بھی نماز پڑھا کرتی تھیں،

اس سے محسوس ہوتا ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے اچھا خواب سننے کی خواہش کا اظہار فرمایا تو مذکورہ صحابیہ، جس نے رات خواب دیکھا تھا، اللہ کے رسول ﷺ کو سنا دیا...... وہ عورت تو خواب سنا کر چلی گئی مگر ساتھ ہی جہادی دستے میں بارہ مجاہدین کی شہادت کی خبر لانے والا بھی آ گیا...... چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس عورت کو دوبارہ طلب فرمایا اور اس کا خواب سنا، اس سے مذکورہ صحابیہ کی عزت وعظمت اور کرامت و توقیر کا پتا چلتا ہے۔

قارئین کرام! ذرا تصور کیجیے! کسی ملک کا سربراہ جب دوسرے ملک میں جاتا ہے تو جہاز کا دروازہ کھلتے ہی جونہی وہ باہر آتا ہے تو اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی ہے۔ ہوائی اڈے کی زمین ان گولوں کی دھمکوں سے لرز اٹھتی ہے۔

جی ہاں! اللہ کے مجاہد بندے اس زمین پر شہید ہوتے ہیں۔ یہاں دیکھنے کو ان کی لاشیں عراق کے ریگستان میں پڑی ہوتی ہیں، افغانستان، چیچنیا اور کشمیر کی برف پوش چوٹیوں پر پڑی ہوتی ہیں، فلسطین کی مسمار شدہ بستیوں کے ملبوں میں بکھری پڑی ہوئی ہیں، بعض قبروں میں جاتی ہیں اور بعض قبروں کے بغیر ہوتی ہیں...... ان لاشوں کو جانور کھا جاتے ہیں، بعض کشمیر کے ندی نالوں اور دریاؤں میں بہ جاتی ہیں...... بعض لاشیں جو دشمن کے ہاتھوں میں آتی ہیں...... تو وہ ان کے ناک کان کاٹ دیتے ہیں، سر اور بازو الگ کر دیتے ہیں۔ بعض کی ٹانگوں کے ساتھ رسیاں باندھ کر گھسیٹتے ہیں...... اللہ کی قسم! یہاں جو کچھ بھی لاش کے ساتھ ہوتا ہے، وہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہ سب اس فانی اور سرابی دنیا کا ایک سراب ہے...... اصل اور حقیقی منظر وہ ہے جو اللہ کے نبی ﷺ کی صحابیہ نے دیکھا۔

جی ہاں! وہ منظر اس طرح ہے کہ دنیا میں کافر لوگ اس کی لاش کو تماشا بنائے بے وقوفانہ حرکتیں کر رہے ہوتے ہیں...... اور دوسری طرف اگلی دنیا میں یہی شہید شہزادہ بنا ہوتا ہے، بادشاہت کا تاج زیب تن کیے ہوتا ہے، وہ جنت میں داخل ہوتا ہے تو اکیلا داخل نہیں ہوتا بلکہ لایا جاتا ہے یعنی فرشتوں کا جھرمٹ اسے عزت و وقار کے ساتھ لا رہا ہوتا ہے۔ شہید انتہائی ملائم اور کستوری کی خوشبوؤں میں بھیگے ہوئے ریشمی لباس میں ملبوس ہوتا ہے۔ اس کی

شہ رگ سے اور جسم کی رگ رگ سے خون کے فوارے پھوٹ رہے ہوتے ہیں۔ مسند احمد کی دوسری روایت میں ((تُشْخَبُ اَوْدَاجُهُمْ دَمًا)) کے الفاظ میں ''دما'' یعنی خون کا اضافہ ہے۔ خون پھوٹ رہا ہوتا ہے، وہ جنت میں قدم رکھتا ہے تو ''دھمک'' کے ساتھ اس کا استقبال ہوتا ہے۔ ساری جنت لرز اٹھتی ہے۔ جنت کے لرزنے پر تمام اہل جنت کو خبر ہو جاتی ہو گی کہ فلاں جوان رب کے راستے میں خون بہا کر جنت میں آیا ہے۔ سبحان اللہ! کیا اعزاز ہے اس شہزادے اور بادشاہ کا، یقیناً اہل جنت اسے دیکھتے ہوں گے، وہ خون میں لتھڑا چل رہا ہے اور پھر فرشتے اسے نہر بیدج یا نہر سدخ پر لے جا کر غوطہ خوری کرواتے ہیں اور وہ اس قدر حسین ہو جاتا ہے کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک اٹھتا ہے۔

اے اللہ! ہمیں بھی ایسے لوگوں میں سے کر اور شہادت کی موت عطا فرما...... جنت الفردوس میں ایسے اعزاز سے معزز فرما۔ (آمین یارب العالمین)

❁❁❁

کافرہ ہونے کے باوجود ایک اللہ کو پکارا

کافرہ ہونے کے باوجود مشکل میں اس نے ایک
اللہ کو پکارا...... اور توحید کی برکت سے وہ مومنہ
اور صحابیہ بن گئی۔

مذکورہ خاتون کا قصہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ یہ عورت عرب کے کسی قبیلہ کی لونڈی تھی، اس کا رنگ کالا تھا۔ قبیلہ والوں نے اسے آزاد کر دیا مگر یہ آزاد ہو کر کہیں جانے کے بجائے اسی گھر میں اہل خانہ کے ساتھ ہی رہنے لگی...... اس کے بعد ایک الزام اور بہتان کا سامنا کرنے کی وجہ سے اس لونڈی نے عرب قبیلہ اور اس علاقہ کو چھوڑا اور مدینہ منورہ میں جناب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام قبول کر لیا۔ اس خاتون کے لیے اب مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگا دیا گیا...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ لونڈی میرے پاس آتی اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔ وہ جب بھی میرے پاس آتی تو یہ ضرور کہتی:

ہمارے رب کے عجائب میں سے ہے کمر بند کا دن
کہ وہ بن گیا میرے لیے کفر کے ملک سے نجات کا دن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے (آخر ایک دن) اس سے کہا کیا بات ہے جب بھی تم میرے پاس آکر بیٹھتی ہو تو یہ جملہ ضرور کہتی ہو (اس کا پس منظر کیا ہے)؟ اس پر اس لونڈی نے مجھے واقعہ سنایا کہ

ایک دفعہ اس کے مالکوں کی لڑکی (جو دلہن تھی) نہانے کو نکلی۔ اس کا کمر بند سرخ تسموں کا تھا۔ اس لڑکی نے وہ کمر بند اتار کر رکھ دیا۔ جہاں کمر بند پڑا تھا اس جانب سے ایک چیل کا گزر ہوا۔ چیل نے اس کمر بند کو (سرخ رنگ ہونے کی وجہ سے) گوشت خیال کیا لہٰذا اس

پر جھپٹا مار کر لے گئی۔ بعد میں قبیلہ والوں نے اس کمر بند کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ پایا۔ آخر کار اس کمر بند کا الزام مجھ پر لگا دیا اور میری تلاشی شروع کر دی حتیٰ کہ خفیہ اعضاء کی بھی تلاشی لی...... اللہ کی قسم! میں ان لوگوں میں اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے وہی کمر بند اوپر سے گرایا اور ان لوگوں کے درمیان آ کر گرا۔ میں نے ان لوگوں سے کہا یہی ہے نہ وہ کمر بند جس کی تہمت تم لوگ مجھ پر لگا رہے تھے، میں اس الزام سے پاک ہوں اور دیکھ لو یہ وہی ہے تمھارے سامنے ہے۔

قارئین کرام! یہ واقعہ صحیح بخاری ''کتاب الصلوٰۃ'' میں ہے، ہم نے آسان ترتیب کے ساتھ آپ کے سامنے رکھا ہے۔ مولانا محمد داؤد رحمہ اللہ جنھوں نے اردو زبان میں صحیح بخاری کی شرح لکھی ہے، وہ اپنی تشریح میں بتلاتے ہیں کہ اس واقعہ کے ضمن میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ لونڈی کہتی ہے کہ ''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو فوراً قبول ہوئی''

اللہ اکبر! یہ عورت کافر قبیلہ میں رہتی تھی، مشرک علاقہ میں رہتی تھی، ہر جانب شرک کی آندھیاں تھیں، کفر کے طوفان تھے مگر اس کالی لونڈی کا سینہ اندر سے کس قدر سرخ و سپید اور روشن تھا کہ اس نے مشکلات میں گھر کر پکارا تو صرف ایک اللہ کو پکارا۔ اس نے اپنی موحدانہ فطرت کو مسخ نہیں ہونے دیا...... حالانکہ اس وقت تو شرک کا چلن ایسا چل رہا تھا کہ مشرک مرد اور عورتیں کعبہ کا طواف کرتیں او یہ تلبیہ پڑھتیں:

((لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ))

''اللہ! تیری جناب میں ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کہتے:

((وَيْلَكُمْ قَدٍ قَدٍ))

''تم پر افسوس (انہی الفاظ پر) رک جاؤ، رک جاؤ۔''

مگر آہ! وہ بھلا کہاں رکنے والے تھے، وہ ساتھ ہی یہ الفاظ کہتے:

((إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ))

''مگر وہ (بزرگ ہستی) جو تیری ہی ہے، جس کا تو ہی مالک ہے اور وہ (بزرگ ہستی) کسی چیز کی مالک نہیں۔''

میری بہنو! صحیح مسلم میں ''کتاب الحج'' میں وہ اپنی بزرگ ہستیوں کو کہ جن کی انھوں نے مورتیاں بھی بنا رکھی تھیں، ان کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ خود کچھ نہیں ہیں اور یہ کہ ان ہستیوں کو پیدا کرنے والا اور ان کا مالک بھی اللہ ہی ہے لیکن چونکہ وہ اللہ کی بزرگ ہستیاں ہیں اس لیے وہ تلبیہ میں بھی ان کا ذکر کرتے اور اسی انداز سے کرتے کہ وہ اللہ کی بزرگ ہستیاں ہیں۔

اس طرز عمل پر جب ان مشرکوں کو یہ کہا جاتا کہ اللہ کے بندو! آسان اور مشکل وقت میں ایک اللہ ہی کو مشکل کشا جان کر پکارا کرو، بزرگ ہستیوں کو درمیان میں ڈال کر ان کی عبادت نہ کیا کرو تو وہ جھٹ سے کہتے:

نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ﴿٣﴾ (الزمر:٣)

''ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر محض اس لیے کہ وہ اللہ تک رسائی رکھتے ہوئے ہمیں اس کے قریب کر دیں۔''

اور یہ کہ:

هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ﴿١٨﴾ (یونس:١٨)

''یہ بزرگ ہستیاں اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔''

میری بہنو! شرک کے اس چلن اور ماحول میں جس کا ہم نے معمولی سا نقشہ کھینچا...... اس کالی عورت نے خالص ایک اللہ کو پکارا۔ ذرا تصور کیجیے! سارا قبیلہ اس کے ارد گرد ہے، مرد ہیں، عورتیں ہیں، بچے ہیں، ہر کوئی اسے چور سمجھے ہوئے ہے۔ لا محالہ کوئی گالی دیتا ہوگا، کوئی طعنہ زنی کرتا ہوگا حتیٰ کہ انھوں نے آخری حد تک جا کر اس کی تلاشی لے ڈالی مگر اس کی جان ابھی چھوٹ نہ رہی تھی...... ایسے مشکل حالات میں معاشرے کی ستم رسیدہ ظالم سماج

کی دھت کاری ہوئی ایک کالی لونڈی خالص اپنے اللہ سے فریاد کرتی ہے۔ نہ وہ درمیان میں کسی بزرگ کو لاتی ہے، نہ کسی اعلیٰ ہستی کا واسطہ دیتی ہے، نہ کسی کو مشکل کشا اور حاجت روا مان کر مدد کے لیے پکارتی ہے، وہ پکارتی ہے تو صرف ایک رب کو...... اپنے پیدا کرنے والے کو ڈائریکٹ اور بلاواسطہ پکارتی ہے...... باوجود اس کے کہ وہ بھی کافرہ تھی لیکن اسلام کو تو اس نے دیکھا نہیں۔ لگتا ہے اس نے صرف نام سن رکھا تھا اور خالص توحید پیش کر کے پتھر کھانے والے محمد عربی ﷺ کا نام سن رکھا تھا۔ جی ہاں! جب وہ درمیانی واسطے توڑ کر اپنے رب کے قریب ہوئی تو اللہ اپنی بندی کے اس قدر قریب ہوا کہ ادھر اس نے مدد کے لیے پکارا اور ساتھ ہی اللہ مدد کو پہنچ گیا۔ وہی چیل جس نے کمر بند اٹھایا تھا، اسی نے کمر بند لا کر درمیان میں پھینک دیا۔

اللہ! اللہ...... اللہ کی مدد کا یہ نظارہ دیکھ کر اب اس کالی خاتون نے علاقہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا...... اور محمد عربی ﷺ کے دیس کی جانب سفر کا ارادہ کر لیا کہ اب اسی دیس کی طرف جاؤں جو دنیا میں بے سہاروں کا سہارا بنتا ہے، بے آسروں کا آسرا بنتا ہے۔

وہ چل پڑی کون سے پہاڑ اور کیسے کیسے ریگستانی علاقے...... کیا کیا مشکلیں...... اس نے بھوک پیاس کس قدر برداشت کی ہوں گی...... مگر آخر کار وہ مدینہ منورہ میں پہنچ گئی۔ رحمت للعالمین، حکمران مدینہ، سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اسلام قبول کیا اور اسلامی معاشرے کی رکن بن گئی۔

عارضی بندوبست کے تحت مسجد نبوی میں خیمہ لگا دیا گیا۔ واہ! کالی لونڈی کے مقدروں کا کیا کہنا، اس کا گھر مسجد نبوی ﷺ کا صحن بن گیا۔ امام کائنات کی زوجہ محترمہ صدیقہ کائنات کا اسے پڑوس مل گیا، اب وہ مومنہ بن گئی، صحابیہ بن گئی، اللہ کے ساتھ دوستی یعنی ولایت کا مقام پا گئی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عورت کا ذکر کیا تو اپنی صحیح میں جو باب باندھا اس کا عنوان ''مسجد میں عورت کا سونا'' رکھا۔ مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ ایسی نو مسلمہ مظلومہ عورت اگر کہیں جائے پناہ نہ پا سکے تو اسے مسجد

میں پناہ دی جا سکتی ہے اور وہ رات بھی مسجد میں گزار سکتی ہے۔ بشرطیکہ کسی فتنے کا ڈر نہ ہو...... یہ بھی معلوم ہوا کہ مظلوم اگرچہ کافر ہو پھر بھی اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔''

قارئین کرام! ہندوستان کے معروف مفسر اور محدث حضرت مولانا داؤد راز کی شرح پڑھ رہا تھا، سوچ رہا تھا کہ وہ عورت کالی تھی، حیثیت اور مقام کے اعتبار سے لونڈی تھی۔ شاید عمر بھی ادھیڑ ہو۔ اس لیے وہ کسی کے لیے فتنہ کا باعث بننے کے قابل نہ تھی لہٰذا اللہ کے رسول ﷺ حکمران مدینہ نے اسے فوری طور پر مسجد میں سہارا مہیا کیا کہ گیسٹ ہاؤسز تو تب ہوا نہیں کرتے تھے۔ جی ہاں! وہ رب کریم کی بھی پڑوسن بن گئی اور رب رحیم کے مصطفیٰ رحمت للعالمین ﷺ کی بھی پڑوسن بن گئی۔ ایمان کی دولت سے مالا مال ہوگئی۔ وہ جنت میں جائے گی تو ایسی حسین لڑکی بن جائے گی کہ حوروں کے لیے قابل رشک بن جائے گی۔ جنت کی اسے سند مل گئی اس لیے کہ وہ صحابیہ بن گئی۔

دنیا میں کتنی ہی خوبصورت عورتیں ہیں، جوان ہیں، حسن کی رعنائیوں میں عالی شان ہیں لیکن حیا باختہ اور بدکار ہیں، عقیدہ وایمان سے خالی ہیں، در در پہ جھک کر توحید کی نعمت مسلنے والی اور شرک کی چوکھٹوں پر ذلیل ہونے والی ہیں...... یہ جب قیامت کے دن روسیاہ ہوں گی تب وہ ہے ہمیشہ کا کالا پن، وہ روسیاہی ہے ذلیل ترین روسیاہی۔ یہ دنیا میں بڑی حسین ہیں اور بیوٹی پارلروں پر جا کر اپنا حسن مزید دوبالا کرتی ہیں لیکن قیامت کے دن ان کے بوتھوں کی کالک انھیں کالی چڑیل بنائے ہوئے ہوگی۔ اللہ فرماتے ہیں:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾

(آل عمران:۱۰۶)

''اس دن (قیامت کو) بعض چہرے گورے اور بعض بوتھے کالے ہوں گے، وہ لوگ جن کے بوتھے کالے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان

لانے کے بعد کفر کیا، اب اپنے کفر کا عذاب چکھو۔"

میری بہنو! قرآن کا یہ مقام بار بار پڑھو اور سوچو کہ وہ عورتیں جو آج گوری ہیں، حسن سے مالا مال ہیں اور کہلاتی مسلمان ہیں، نام مسلمانوں والے ہیں۔ لیکن ایمان اور اسلام کے بعد ان کے کام اور لچھن

امریکہ کی مونیکا جیسے

برطانیہ کی شہزادی این جیسے

فرانس کی گوری گرل فرینڈز جیسے

انڈیا کی ریکھا، گوری اور مادھوری جیسے

تو...... ان کے بوتھے قیامت کے دن کالے سیاہ ہوں گے...... توے کی کالک سے بڑھ کر، تارکول کی سیاہی سے زیادہ...... لہٰذا سچا اور حقیقی حسن حاصل کرنا چاہتی ہو، لازوال حسن سے مالا مال ہونا چاہتی ہو، لافانی خوبصورتی چاہتی ہو، قیامت کے دن گورا بننا چاہتی ہو...... تو آج کے گورے کافروں کے لچھن چھوڑ دو...... ایمان پکا کرلو...... اپنا اندرون گورا، شفاف اور صاف بنالو...... اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے اور صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کی پڑوسن جیسا ایمان نصیب فرمائے۔ (آمین!)

❁❁❁

مظلوم عورت کی اللہ سے فریاد

مظلوم عورت نے اللہ سے فریاد کی اور ظلم کرنے والا حاکم موقع پر ہی گر کر مر گیا۔

امام ابن جوزی اپنی کتاب "المنتظم" میں لکھتے ہیں ابوعون فرائضی بیان کرتے ہیں کہ میں احمد بن منصور زیادی کے پاس تھا، وہاں سے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک علاقائی حاکم نے ایک عورت کو پکڑنے کا حکم دیا اور پھر اسے گھسیٹنے کا حکم دیا۔ وہ عورت حاکم سے مخاطب ہو کر کہنے لگی: "اللہ سے ڈر جا۔ اس پر اس حاکم نے دوبارہ گھسیٹنے کا حکم دیا۔ وہ اللہ کی حمد و ثناء کرتی رہی اور وہ اسے گھسیٹتے رہے حتیٰ کہ وہ شہر کے دروازے کے پاس آئے جسے "القنطرہ" کہا جاتا ہے۔ وہاں وہ اپنی جان سے مایوس ہونے لگی...... اب اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہنے لگی:

قُلِ ٱللَّهُمَّ فَاطِرَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ عَٰلِمَ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ أَنتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِى مَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٤٦﴾ (الزمر: ٤٦)

"کہو! اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! غیب اور حاضر کے جاننے والے! اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں میں تو ہی فیصلہ کرتا ہے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے ہیں۔"

پھر کہنے لگی: "اے اللہ! اگر یہ شخص مجھ پر ظلم کر رہا ہے تو تو اسے پکڑ لے۔"

ابوعون کہتے ہیں میں کیا دیکھتا ہوں اس عورت کے یہ کہتے ہی وہ حاکم اپنی کمر کے بل گرا اور فوراً مر گیا۔ اب ظلم کرنے والے اس کی میت کو اٹھا کر لے جا رہے تھے اور وہ عورت واپس اپنے گھر کو چلی جا رہی تھی۔

قارئین کرام! آپ نے یہ جو واقعہ ملاحظہ کیا یہ ۲۶۲ھ کا ہے۔ اللہ نے ظالم کو فوراً پکڑ لیا اور اپنی مظلوم بندی کی فریاد کو سن لیا۔ علماء نے کتاب وسنت کی روشنی میں یہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر کو تو برداشت کر لیتے ہیں لیکن ظلم کو برداشت نہیں کرتے...... اللہ کے نبی ﷺ کی ایک حدیث بھی ہے:

''مظلوم کی فریاد (ٹھنڈی آہ) سے بچو کیونکہ مظلوم کی آہ اور اللہ کے عرش کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا......۔''

مزید برآں اللہ کے رسول گرامی ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

'' اے اللہ! میں کسی پر ظلم کرنے والا نہ بنوں، کوئی مجھ پر ظلم کر جائے تو کر جائے۔''

اللہ اکبر! اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ظلم کتنا بڑا گناہ ہے۔ ظالم جو اپنے اقتدار، اونچے تعلقات اور مال ومنال کی وجہ سے چھوٹے اور غریب ومسکین لوگوں پر ظلم کرتا ہے تو آخر اللہ اسے جب پکڑتا ہے تو ذلیل اور عبرت کا نمونہ بنا دیتا ہے، وہ بعض کو مہلت دیتا ہے اور بعض کو تو فوراً موقع پر ہی پکڑ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے سے اور ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھے۔ (آمین!)

❁❁❁

اندھی عورت کی بینائی لوٹ آئی

اندھی عورت کی بینائی لوٹ آئی اور آنکھیں چشم
غزال بن گئیں

معروف محدث حضرت امام ابن ابی الدنیا اپنی کتاب ''مجابی الدعوۃ'' میں شعیب بن محرز کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عراق کے شہر میں ایک عورت تھی، جو نابینا تھی، پھر اس کی بینائی درست ہوگئی اور وہ دیکھنے لگی۔ مشہور تھا کہ اس کی بینائی رمضان المبارک کی چودھویں رات کو ٹھیک ہوئی۔ چنانچہ میں اس عورت کو دیکھنے موسیٰ کے گھر گیا۔ جناب موسیٰ بصرہ شہر کے محتسب تھے۔ اس عورت نے مجھے کہا آپ تشریف رکھیے! میں آپ کے پاس آتی ہوں چنانچہ وہ دروازے سے نکلی اور اپنی آنکھوں کو میرے سامنے نمایاں کیا۔ اس کی آنکھیں ایسی تھیں جیسے ہرن کی آنکھیں ہوتی ہیں، ان میں کوئی نقص نہیں تھا۔ اس پر میں نے فوراً عورت کو مخاطب کیا اے اللہ کی بندی! تو نے اپنے رب سے کیا دعا کی...... کیسے فریاد کی، وہ تو بتلا؟ وہ کہنے لگی میں نے رات کا پہلا حصہ تو اپنی مسجد میں گزارا، وہاں نماز پڑھتی رہی پھر جب سحری کا وقت قریب آیا تو میں اپنے گھر میں اس جگہ نماز پڑھنے لگی جو میں نے نماز کے لیے مخصوص کی تھی۔ وہاں میں نے اپنے رب سے دعا کی!

> ''اے ایوب (علیہ السلام) کی مشکل دور کرنے والے! اے یعقوب (علیہ السلام) کے بڑھاپے پر رحم کرنے والے! اے یعقوب (علیہ السلام) کو اس کا یوسف لوٹانے والے! میری آنکھوں کی بینائی بھی لوٹا دے۔''

اچانک مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی انسان میری آنکھوں میں سرمہ لگا رہا ہے اور پھر میں دیکھنے لگ گئی۔

میری بہنو! مذکورہ واقعہ کی نوعیت سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ نیک بی بی کوئی ادھیڑ عمر خاتون تھی۔ جسم تو اس کا ڈھلنے لگ گیا تھا لیکن آنکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ٹھیک کیں تو وہ ایسی خوبصورت ہوگئیں جیسے ہرن کی موٹی خوبصورت آنکھ ہوتی ہے اور یہ اس بی بی کی کرامت تھی۔ جس شخص نے دیکھا ان کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ عالم تھے۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ وہ سچائی میں مشہور تھے یعنی شعیب بن محرز عالم، نیک اور معزز آدمی تھے کہ شہر بصرہ کے محتسب کے گھر میں دیکھنے کا واقعہ پیش آیا۔ یوں شہر میں جو بات معروف ہوئی اس کی معزز لوگوں کے ذریعہ تصدیق ہوئی...... میری بہنو! قابل غور بات یہ ہے کہ وہ اللہ کی بندی ...... کسی پیر اور دربار پر نہیں گئی ...... اپنی دعا میں کسی کا واسطہ وسیلہ اس نے نہیں ڈالا ...... اس نے قرآن میں پیغمبروں کے واقعات کی روشنی میں اللہ کے حضور دعا کی۔ بی بی موحدہ تھی۔ ایک اللہ پر پختہ ایمان رکھنے والی تھی...... رات بھر عبادت کرتی رہی اور آخر دل کی گہرائیوں سے رب کے حضور دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول فرما لیا اور بصرہ شہر میں اللہ کی بندی جو بصیرت والی تھی وہ بصارت والی بھی بن گئی۔

❁❁❁

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

کی نانی

پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ
کی نانی حب لڑکی ہوا کرتی تھی۔

تاریخ اسلام کی کتب میں قرطاس کا یہ ٹکڑا کس قدر سنہری ہے جو بتلاتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ مدینہ میں کبھی کبھار رعایا کی خبر گیری کے لیے گشت کی تھی ...... اسی عادت کے تحت ایک روز آپ گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر کے پاس سے گزرے تو بلند آوازیں آ رہی تھیں...... آپ ذرا ٹھہر گئے تو کیا سنتے ہیں کہ ماں اپنی بیٹی کو جانچنے کے لیے کہ اس کا ایمان کس قدر مضبوط ہے ...... کہتی ہے ...... بیٹا! دودھ میں پانی ملا لو، اس طرح درہم و دینار زیادہ مل جائیں گے۔ بیٹی نے ماں سے کہا...... کیا آپ کو پتا نہیں کہ مسلمانوں کے خلیفہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ملاوٹ سے منع کر رکھا ہے؟ ماں نے کہا بیٹا! یہاں اس وقت عمر ہمیں دیکھ تو نہیں رہے ...... بیٹی نے کہا اماں جان! عمر بے شک نہیں دیکھتے لیکن عمر کا رب تو دیکھ رہا ہے...... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ مکالمہ سنا، دروازے پر نشان لگایا اور صبح ماں بیٹی کو دربار میں طلب کر لیا۔ الغرض! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی ماں سے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کر لیا۔ ماں باپ کو بھلا کیا چاہیے تھا کہ دنیا کا وہ خلیفہ جس نے دو سپر پاوروں ...... قیصر و کسریٰ کو پاؤں تلے روند ڈالا تھا ...... ان کی بچی ...... اس عظیم خلیفہ کی بہو بننے جا رہی تھی ...... اس لڑکی کی شادی خلیفۃ المسلمین کے بیٹے عاصم رحمہ اللہ سے ہوئی اور پھر میری بہنو! اس لڑکی کو اللہ نے جو بیٹی دی ...... وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پوتی بن گئی ...... اس پوتی کو اللہ نے ایک بیٹا دیا ...... جانتی ہو یہ بیٹا کون تھا ؟...... جی ہاں! یہ بیٹا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہے کہ جنھیں عمر ثانی کہا جاتا ہے۔ پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے......

یعنی دیانت کا اللہ نے یہ پھل دیا کہ اس لڑکی کی اولاد سے عمر بن عبدالعزیز پیدا کیا......لوگو! کرامتیں ڈھونڈنے والو! یہ کتنی بڑی کرامت ہے، دیانت کا میٹھا پھل ہے، اولاد صدقہ جاریہ ہے۔ وہ لڑکی جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بہو بنی، اس کے نامہ اعمال میں عمر بن عبدالعزیز نواسہ بن کر صدقہ جاریہ بن گیا۔ اس نانی کی قسمت اور نصیبوں کا کیا کہنا۔

میری بہنو! اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا شادی میں چار چیزیں سامنے رکھی جاتی ہیں۔ یعنی کسی عورت سے چار وجوہ کی بنا پر شادی کی جاتی ہے، عورت کے حسب نسب کی وجہ سے، اس کے حسن کی وجہ سے، اس کی مالداری کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔ آپ ﷺ نے یہ چار چیزیں بیان کرنے کے بعد صحابی کو نصیحت فرمائی کہ دین کو اختیار کر کے کامیابی حاصل کر لے۔"

یعنی باقی چیزیں بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں، اللہ کی نعمتیں ہیں لیکن دین کے بغیر وہ چیزیں ہوں تو ان کی کوئی قیمت نہیں اور اگر وہ نہ ہوں اور محض دین ہی ہو تو بندہ کامیاب ہی کامیاب ہے۔ میری بہنو! یہاں عبرت کے لیے اور یہ جاننے کے لیے کہ دین کے ساتھ کیسے کامیابی ملتی ہے اور دین کے بغیر کس طرح ناکامیاں مقدر بنتی ہیں...... دو داستانیں آپ کو سنوائے دیتے ہیں۔ ان داستانوں کا تعلق امریکہ میں آباد پاکستانی مسلمانوں سے ہے۔ ان داستانوں کو محترمہ باجی طیبہ ضیاء نے نوائے وقت کے سنڈے میگزین کی زینت بنایا ہے۔ نوائے وقت کے دفتر میں میری ان سے ملاقات ہوئی تو پوچھنے لگیں کہ نوائے وقت میں ......امیر حمزہ کے نام سے آپ ہی کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ میں نے ہاں میں جواب دیا۔ اسی میگزین میں ان کے قلم سے بھی "قیام امریکہ کے احوال" کے عنوان سے کالم شائع ہوتے ہیں، تو لیجیے! بھائیو! اور میری بہنو! عبرت کے لیے یہ دونوں داستانیں ملاحظہ کیجیے!

پہلی داستان

میری عمر پچیس برس تھی جب میں امریکہ آیا۔ یہاں آئے ہوئے پندرہ برس ہوگئے

ہیں۔ اچھے وہ دن تھے جب قانونی ویزہ نہ ہونے کے باوجود جاب مل جاتی تھی۔ گرین کارڈ کے لیے پیپر میرج کا عام رواج تھا۔ امریکی عورتیں ڈالروں کے لالچ میں معینہ مدت تک کاغذوں میں بیوی ہوتیں اور گرین کارڈ ملتے ہی طلاق ہو جاتی۔ مگر کئی بدنیت طلاق سے منحرف ہو جاتیں، نوبت جھگڑے تک پہنچتی تو گرین کارڈ منسوخ کروانے کا کہہ کر بلیک میل کرتیں، بچے پیدا کرتیں، شوہر کی کمائی پر عیش کرتیں اور اس کی گردن کا طوق بن جاتیں۔ اس قسم کے واقعات نے مجھے خوفزدہ کر رکھا تھا۔ ویسے بھی جعلی شادی سے اللہ کا خوف لاحق تھا۔ ضمیر والا انسان بڑا خوار ہوتا ہے۔ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد چلا جاتا۔ ایک روز امام مسجد سے جس کا تعلق مصر سے تھا، اپنے دل کا مدعا بیان کیا تو انھوں نے کسی امریکی مسلمان عورت سے حقیقی شادی کا مشورہ دیا اور بتایا کئی عورتیں اسلام قبول کرتی ہیں اور انھیں شادی کے مسائل درپیش ہیں، اسلام قبول کرنے والوں میں سیاہ فام قوم کی اکثریت ہے۔ انھوں نے مجھے ایک سیاہ فام عورت کا رشتہ بتایا، جسے قبول اسلام کی سزا میں عیسائی والدین نے گھر سے نکال دیا اور وہ مسجد کے قریب کسی مسلمان فیملی کے گھر، ایک کرائے کے کمرا میں مقیم ہے اور اسلامی سکول میں جاب کرنے لگی ہے اگر تم اسے سہارا دے دو تو اللہ بھی راضی ہو گا اور تمھاری رہائش قانونی بھی ہو جائے گی۔ میں نے اس خاتون کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ امام صاحب نے کہا مغرب کی نماز کے بعد آ جانا میں اس سے تمھاری ملاقات کروا دوں گا۔ تمام رات سوچتا رہا کہ اگر سیاہ فام عورت سے شادی کر لی تو خاندان والے ذلیل کر دیں گے کہ تمھیں امریکہ میں کوئی گوری نہیں ملی تھی۔ اگر کالی ہی کرنا تھی تو پاکستان میں کیا کمی تھی جیسے جملے کانوں میں گونجنے لگے۔ خالہ کی لڑکی کا قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے رشتہ سے انکار کر دیا تھا۔ اب کوئی جینے نہیں دے گا۔ نفس نے پریشان اور امریکی قانون نے سولی پر لٹکا دیا۔ دوسرے روز بعد از مغرب امام صاحب مسجد سے متصل باورچی خانہ میں لے گئے جہاں وہ عورت میز پر بیٹھی ہمارا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے سیاہ برقع جسے عرف عام میں عباء کہتے ہیں اور نقاب پہن رکھا تھا۔ امام صاحب نے تعارف کرواتے ہوئے کہا یہ سسٹر صفیہ ہیں۔ سلام کے بعد اس نے نقاب کشائی کی تو میرا دل

دھڑام سے سینے سے باہر آنے کو تھا اگر میں کرسی کو نہ تھام لیتا۔ دبلی پتلی، نہایت سیاہ اور قبول صورت کہنا بھی درست نہ ہو گا۔ اللہ کی تخلیق تھی لہٰذا کوئی بری بات بھی منہ سے نہیں نکال سکتا۔ چند منٹ کی سلام دعا کے بعد لڑکھڑاتے قدموں سے گھر آ گیا۔ ہم پاکستانی مردوں کو رنگت کا احساس کمتری کیا کم ہے کہ صورت بھی بھلی نہ ملے۔ خالہ کی لڑکی حور لگنے لگی۔ اللہ نے مجھے اچھے قد وقامت اور صورت سے نواز رکھا تھا۔ دل اور دماغ کی جنگ میں آخر جیت دماغ کی ہوئی۔ سوچا گھر والوں سے خفیہ شادی کرلوں، گرین کارڈ حاصل کرتے ہی طلاق دے دوں گا۔ ان دنوں گرین کارڈ ایک سال کے دوران مل جاتا تھا۔ امام صاحب سے ہاں کر دی اور یوں دو ہفتہ بعد جمعہ کے بعد ہمارا نکاح کر دیا گیا۔ میں صفیہ کو لے کر اپنے فلیٹ میں آ گیا۔ دل پر جبر کر کے شب و روز بیتنے لگے۔ صفیہ کو میری سرد مہری کا اندازہ ہو چکا تھا مگر اس نے کبھی حرف شکایت نہ کہا۔ ہم دونوں اپنی جاب پر چلے جاتے شام کو لوٹتے۔ وہ امریکی طرز کا کھانا پکاتی، میرے سامنے میز پر سجاتی، گھر کے تمام کام کرتی۔ اس کے ہونٹوں کی جنبش سے ذکر الٰہی کی مہک آتی رہتی۔ کوئی فضول بات یا بحث نہ کرتی۔ میرے اکھڑے لہجہ پر خاموش رہتی۔ نماز، پردہ، قرآن، میری خدمت، خاموشی، صبر و شکر ان سب کو دیکھ کر میرا دل گھبرا جاتا...... صورت کے علاوہ کوئی برائی ہو تو میں اسے تنگ کر سکوں جو کل کو طلاق کا سبب بن سکے مگر کچھ ایسی بات ہاتھ نہ لگی۔ مجھے اس سے محبت نہ ہو سکی ہاں البتہ خود پر غصہ آنے لگا کہ میں نے ایک نیک سیرت عورت کو دھوکا دیا ہے، شادی کے چار ماہ بعد میری جاب ختم ہو گئی۔ نئی جاب کے لیے کوشش شروع کر دی اور اس میں دو ماہ کا عرصہ بیت گیا۔ اس دوران صفیہ اکیلی کمانے والی تھی۔ مجھ بیروزگار کو گھر بٹھا کر کھلاتی تھی، محنت کرتی اور مجھے بھی حوصلہ دیتی۔ ایک میں تھا کہ شرمندگی سے اسے کسی دوست کے ہاں دعوت پر لے جانے سے کتراتا تھا۔ انہی دنوں ایک قریبی دوست کا بیوی سے جھگڑا چلتا رہا اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ اس کی بیوی خوبصورت تھی مگر مغرور اور بدزبان، مہمانوں کے سامنے شوہر کو ذلیل کر دیتی۔ اس کی بدولت دوست کو گرین کارڈ ملا تھا۔ نخروں کا یہ عالم کہ مہمانوں کے سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھے اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر کہتی یہ

جانتے ہیں میں کس قسم کے ماحول سے آئی ہوں۔ یعنی اپنے مائیکہ کی امارت کا رعب ڈالتی۔ وہ غریب جی حضوری میں گھر بچاتا تھا۔ دوست کو سمجھانے گیا تو بولا یار! گھر عورت بناتی اور بچاتی ہے، جس گھر کی بنیاد لالچ پر ہو اسے لاکھ سہارا دو، دیواریں گر جاتی ہیں۔ گرین کارڈ جہنم بن گیا ہے میرے لیے۔ میرے سسرال سالوں کو ڈاکٹر داماد چاہیے تھا۔ یہ لوگ بھی پاکستان سے یہاں شفٹ ہوئے ہیں اور میں بھی۔ فرق اتنا ہے ان کے ہاں ڈالر بولتے ہیں اور میں ابھی متوسط گھر سے تعلق رکھتا ہوں۔ پاکستان جانا پسند نہیں کرتی اور کبھی چلے بھی جائیں تو جاتے ہی گاڑی کا تقاضا کرتی ہے جبکہ میرے بھائی کے پاس موٹر سائیکل ہے اور مجھے ٹیکسی پر ہر جگہ جانا پڑتا ہے۔ پاکستان میں ہوں یا امریکہ اس عورت نے مجھے ذلیل کر دیا ہے۔ ڈاکٹر کی بیگم تو بن گئی ہے مگر میری بیوی نہیں بن سکی۔ یار! ہم دونوں نے گرین گارڈ کے لالچ میں شادی کی ہے مگر تم خوش نصیب ہو جسے نیک عورت ملی ہے۔ اسلام اس کی پسند ہے جبکہ ہمیں اسلام ناپسند کرتا ہے۔ جمال اور مال نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔ تم کمال کی قدر کرو، اسی میں جمال ہے۔ بھابی کی قدر کرو اور مجھے بھی معاف کر دو جس نے تیری شادی پر مذاق اڑایا تھا۔ دوست کی حالت زار نے میرے دل کی شمع روشن کر دی۔ ضمیر کو جھنجوڑا اور گھر جاتے ہی میں نے پہلی بار مسکرا کر صفیہ کی طرف دیکھا۔ اس نے حیرت سے امریکی انداز میں کہا...... کیا جاب مل گئی ہے؟ نہیں تم مل گئی ہو۔

اللہ نے ہمیں ایک بیٹا دیا۔ اس کی پیدائش اور گرین گارڈ ملنے کے بعد والدین کو اصل صورتحال سے آگاہ کیا۔ اب گرین کارڈ ملنے کی صورت میں پاکستان آ سکتا ہوں مگر میں نہیں ہم تینوں۔ والدین کو وقتی دکھ ہوا مگر پوتے کا سن کر خون نے جوش مارا اور ہماری آمد کے منتظر رہنے لگے، جاب بھی مل چکی تھی۔ ایک ماہ کی چھٹی پر وطن گئے۔ صفیہ نے حسب عادت برقع اوڑھ رکھا تھا۔ لاہور سے گاؤں جانے میں پانچ گھنٹے لگتے ہیں۔ گھر پہنچ کر صفیہ کے ساتھ وہی سلوک ہوا جس کا مجھے یقین تھا۔ اسے پنجابی نہیں آتی تھی مگر چہروں کی زبان کون نہیں جانتا۔ وہ صبر کرتی رہی اور ایک لفظ شکایت کا نہ کہا۔ والد نے میرے ولیمہ اور پوتے

کے عقیقہ کی خواہش پوری کی۔ ماں اور بہن کی نسبت باپ اور بھائی نے صفیہ کو قبول کیا اور اس کی سیرت کو سراہا۔ ماں بھی خاموش تھی مگر بھابی نے سب کے سامنے کہہ دیا تیری بیوی کو برقع اوڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کون اس کی طرف دیکھے گا؟ نقاب تو حسن چھپانے کے لیے اوڑھتے ہیں۔ اس جملہ کے دو روز بعد ہم لاہور ہوائی اڈے پر تھے۔ میں اپنی باکمال بیوی کو مزید جہنم میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ پاکستان میں اکثریت کو جمال و مال کی ہوس ہے۔ لڑکی کا رشتہ لینے جاتے ہیں تو بڑی معصومیت سے کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں چاہیے، نہ حسن اور نہ جہیز ہی کا لالچ ہے، بس لڑکی نیک اور فرماں بردار ہو۔ لڑکی کو دیکھتے ہی ارادہ بدل جاتا ہے اور پھر کبھی لوٹ کر اس گھر نہیں جاتے۔ لڑکے سے زیادہ لڑکے کے گھر والوں کو حسن و مال کا لالچ ہوتا ہے۔ صفیہ نے اپنی سیرت سے میرا دل موہ لیا مگر میرے گھر والوں کو قائل نہ کر سکی۔ بھابی جیسی بد زبان کو اس گھر میں مقام حاصل ہے مگر صفیہ اپنی صورت کی وجہ سے وہاں ایک ماہ بھی خوشی سے نہ رہ سکی۔ گرین کارڈ کا لالچ جہنم بھی ہے اور جنت بھی۔ میرے دوست کے لیے جہنم ثابت ہوا اور میرے لیے جنت مگر اس جنت کو پانے کے لیے قربانی تو دینا پڑتی ہے۔ میں نے سیرت کو صورت پر ترجیح دیتے ہوئے اپنا دین و دنیا بچا لے۔ آج میرے تین بچے ہیں اور ماں کے ہمراہ اسلامی سکول جاتے ہیں۔ بیٹیاں اپنی ماں کی صورت پر ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ میری بیٹیوں کو مجھ جیسا لالچی شوہر مت دینا جس کے نکاح کی بنیاد گرین کارڈ ہے نہ کہ اللہ کا خوف۔

دوسری داستان

کم عمری میں امریکہ آیا، ریاست ہیوسٹن اپنے ایک دوست کے ہاں گیا۔ ہم لوگ سکول میں اکٹھے پڑھتے تھے۔ دوست نے امریکہ آ کر محنت مزدوری سے ایک گراسری سٹور خرید لیا اور خوشحالی کے دن گزار رہا تھا۔ اس ملک کی فربہ لڑکیاں احساس کمتری اور ڈیپریشن کا شکار ہیں۔ باآسانی کوئی بوائے فرینڈ نہیں ملتا۔ ایک موٹی تازی امریکی لڑکی سے ملاقات ہو

گئی۔ اس نے دوسری ملاقات پر شادی کی خواہش ظاہر کر دی۔ دوست نے بھی اپنی مجبوریوں کے تحت کڑوا گھونٹ پی لیا، شادی ہوگئی۔ سال بعد ایک بچی کا باپ بن گیا۔ کاروبار میں برکت ہوئی۔ بیوی نام کی عیسائی تھی اور دوست کو بھی اسلام سے خاص لگاؤ نہ تھا۔ پینے پلانے کی لت بھی تھی۔ ایک روز سٹور سے واپسی پر اس کی گاڑی کسی ٹرک سے ٹکرا گئی۔ ٹرک والے نے شراب پی رکھی تھی۔ دوست ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔ اس کی نعش کو پاکستان لے جانے والا کوئی نہ تھا۔ میرے پاس لیگل ویزہ نہ تھا۔ بیوی کو کیا پروا تھی، اس نے امریکی قبرستان میں دفن کرا دیا۔ سٹور پر کام کرنے لگی۔ میرا اس کے ہاں اکثر آنا جانا رہتا۔ بچی کو دیکھ کر دکھ ہوتا۔

میں نے دوست کی بیوہ سے شادی کر لی، بچی کو باپ کا اور مجھے امریکہ کا سہارا مل گیا۔ سٹور سنبھال لیا، اچھی آمدنی ہونے لگی، تمام بہن بھائیوں اور والدین کو امریکہ بلا لیا۔ بیوی کے سائز سے گھر والے خائف تھے۔ ماں نے بتایا انھوں نے پاکستان میں درزی کو بہو کا سوٹ سلوانے کے لیے اس کا ناپ دیا۔ درزی نے بہو کی قمیص میز پر پھیلا کر کہا باجی! آپ نے تو میم کے متعلق میرا تصور ہی برباد کر دیا ہے۔ ماں کو اب ہر حال میں اسی بہو کے ساتھ گزارا کرنا تھا۔ ہم نے وہ ریاست چھوڑ دی، دوسرے شہر میں سب میری سوتیلی لڑکی کو میری بیٹی سمجھتے تھے۔ دس سالہ شادی میں مزید چار بچوں کا باپ بن گیا۔ سگریٹ نوشی اور بے دینی میں وقت گزرا۔ والدین کی خواہش پر بچوں کو کبھی کبھار مسجد لے جاتا۔ ایک جمعہ کے خطبہ نے مجھے موت کی حقیقت بتا دی اور میں دین کی طرف پلٹ گیا۔ میری زندگی کے اس رخ کے ساتھ ہی میری بیوی بھی اپنے مذہب کی جانب پلٹ گئی اور یوں اختلافات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میں مسجد جاتا اور وہ گرجا گھر۔ بچے تذبذب کا شکار تھے۔ سوتیلی لڑکی کو معلوم تھا میں اس کا سگا باپ نہیں۔ اس نے ماں کا ساتھ دیا۔ ایک بیٹی کے دل میں سوراخ تھا۔ اس ملک کے احسانات میں سے سب سے بڑا احسان بچوں کی دیکھ بھال ہے۔ میری بیٹی کا مفت علاج ہونے لگا۔

بیوی کو گھر داری اور بچی کے مرض سے بیزاری ہونے لگی۔ سگریٹ نوشی کی رسیا تمام دن سگریٹ اور ٹی وی میں غرق رہتی۔ والدین نے میرا بھرپور ساتھ دیا۔ ان حالات میں طلاق کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ بچے لے کر اپنے والدین کے پاس ہیوسٹن چلی گئی۔ مجھے بچوں کے دین اور جدائی کے غم نے نڈھال کر دیا۔ تاہم قانون کے مطابق ماہانہ خرچ دیتا رہا۔

والدین نے دوسری شادی کا مشورہ دیا۔ چالیس سال کی عمر میں پاکستان جا کر بیس برس کی خوبصورت لڑکی سے شادی نے مجھے زندگی کی حقیقت سے آشکار کر دیا۔ مگر اولاد کی تباہی و جدائی نے مجھے نفسیاتی مریض بنا ڈالا۔ دوسری بیوی بھی میرے بچوں کی واپسی سے خوف زدہ ہے۔ آج کاروبار ہے۔ بیوی ہے، اللہ نے اس سے بھی ایک بیٹا عطا کر رکھا ہے مگر سب کچھ ہوتے ہوئے میری ذات مجھ سے جدا ہے۔ مسجد جا کر روتا رہتا ہوں۔ روز حشر یہی اولاد میرا دامن چاک کرے گی، میرا صدقہ جاریہ میری تباہی بن چکا ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا...... دونوں داستانوں کو ملاحظہ کر لیا...... پہلی داستان کے حامل شخص کی زندگی میں اتفاق سے دیندار عورت داخل ہو گئی...... وہ کالی تھی مگر اس کو خوشیوں کی بہار دے گئی...... دوسرے شخص کی زندگی میں گوری عورت داخل ہوئی...... بے شک ناصر کا جذبہ اچھا تھا مگر اس نے دین کو سامنے نہیں رکھا اور دیکھ لو آج نفسیاتی مریض بن کر رو رہا ہے...... یوں جو نصیحت ان مردوں کی زندگیوں سے مردوں کو ملتی ہے وہی نصیحت عورتوں کے لیے ہے کہ وہ بھی اخلاق کو دیکھیں، دین کو ترجیح دیں اور کامیابی حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ دین کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دین پر عامل ہی اللہ کا ولی ہے وہ چاہے مرد ہو یا عورت...... اور دین پر عمل ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ جناب رسول گرامی ﷺ کا فرمان کس قدر برحق ہے کہ شادی کرتے ہوئے دین کو ترجیح دے کر کامیابی حاصل کر لے۔

(وما علینا الا البلاغ)

❁❁❁